23/4

23/4

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

فون نمبر		جلد ۲۳
ڈائرکٹ سسٹم	قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار	شمارہ ۴
052317-340		ربیع الثانی - جمادی الاول ۱۴۰۸ھ
341		جنوری ۱۹۸۸ء
342	ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک	

مدیر —— سمیع الحق

اس شمارے میں

نقش آغاز	مولانا سمیع الحق	۲
دہشت گردی اور تخریب کا انسداد		
عدالتی نظام کی ابتری - نفاذ شریعت کی ضرورت		
یاد رفتگاں	ادارہ	۵
صحبتے با اہل حق	افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۷
ایوان بالا سینٹ میں اظہار حق و اتمام حجت	مولانا سمیع الحق	۱۳
نفاذ شریعت اور حکومت کی منافقانہ پالیسی		
وزراء کا مذموم رویہ اور مسلمانوں کے جذبات سے تمسخر		
حرمین شریفین کی حرمت اور اہل تشیع کا تاریخی کردار -	جناب ابوارقم انصاری	۳۲
نظریہ ارتقاء اور ماقبل آدم مخلوق	مولانا شہاب الدین ندوی	۳۵
دارالعلوم کے شب و روز	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق / مولانا سمیع الحق	۴۷
فضیلت علم تحصیل علم کے مقاصد اور طلبہ کی ذمہ داریاں		
جہاد افغانستان کی تازہ رپورٹ	مولوی حکمت اللہ / مولوی نور محمد	۵۹
تبصرہ کتب	مولانا عبدالقیوم حقانی / مفتی غلام الرحمن	۶۳

بدل اشتراک

پاکستان میں	سالانہ	۴۰ روپے	بیرون، بحری ڈاک	۶ پونڈ
فی پرچہ	۴	"	ہوائی ڈاک	۱۰ "

سمیع الحق نے دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز

دہشت گردی اور تخریب کاری کا مؤثر انسداد

عدالتی نظام کی ابتری اور عدل و انصاف کا فقدان

قیامِ امن کی ضمانت صرف نفاذِ شریعت ہے

ایوانِ بالا سینیٹ میں معرکۂ حق و باطل

ملک کی نازک ترین صورت حال، تخریب کاری، دہشت گردی، بموں کے دھماکوں اور بدامنی کے مؤثر انسداد، عدل و انصاف کے حصول اور قیام امن کی تجویز اور اس کے لئے مؤثر منصوبہ بندی کی ضرورت پر مولانا سمیع الحق نے ۶/ اکتوبر ۸۷ء بجکر دس منٹ پر سینٹ کے اجلاس سے خطاب فرمایا۔ ذیل میں سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے نقل کیا گیا ہے (ادارہ)

مولانا سمیع الحق: جناب والا میں مختصراً عرض کروں گا اور آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ جہاں تک تخریب کاری پر کنٹرول کے مسئلے کا تعلق ہے یہ ایک نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔ اس وقت پورے ملک میں ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ اور کسی وقت بھی وہ سمجھتا ہے کہ میں لقمۂ اجل بن سکتا ہوں۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قومی سطح پر اس مسئلہ پر توجہ دی جائے۔ اور ہر وہ اقدام کرنا چاہیئے جس سے تخریب کاری کا فوری انسداد ہو۔

دہشت پسندانہ سرگرمیوں کے انسداد کا بل ناقص ہے

یہ بل جو ہمارے سامنے ہے اس کی میرے خیال میں ایک بنیادی خامی یہ ہے کہ اس کا تعلق دہشت پسندانہ سرگرمیوں سے ہے لیکن بل میں دہشت پسندانہ سرگرمیوں کی کوئی وضاحت یا توضیح نہیں کی گئی۔ حالاں کہ کوئی بھی مسودہ قانون ہو تو اس میں واضح طور پر اس کی وضاحت ہوتی ہے اس میں بھی واضح طور پر دہشت پسندانہ سرگرمیوں کی توضیح ہونی چاہیئے تھی۔ تاکہ آگے چل کر اسے مبہم سمجھ کر اس کو کوئی غلط مقاصد کے لئے استعمال نہ کر سکے۔ کل کو آپ کسی سیاسی سرگرمی کے بارے میں بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دہشت پسندانہ سرگرمی ہے۔ آپ کسی جلسہ یا جلوس یا کسی بھی مسئلہ کو دہشت پسندانہ قرار دے کر اس قانون کو استعمال کر سکتے ہیں۔

مخالفین حکومت کے خلاف چور دروازے بند ہونے چاہئیں

تخریب کاری پر کنٹرول تو نہایت لازمی ہے لیکن ہمیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ آگے چل کر ایسے قوانین اور ان خصوصی عدالتوں کو غلط نہ استعمال کیا جا سکے۔ اسے مخالف سیاسی مقاصد رکھنے والے لوگوں کے خلاف ایک پھندے کے طور پر استعمال نہ کیا جا سکے۔ عموماً ایسا ہوا ہے کہ بعض حکومتوں نے اپنے اقتدار کے نشے میں بعض ایسے قوانین بنائے ہیں اور ایسے اقدامات کئے جو آگے چل کر خود ان کے لئے وبال

جان بن گئے یعنی ۱۹۷۳ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک ہیں پچھلے دورِ اقتدار میں بعض ایسے اقدامات کئے گئے تھے۔ اس وقت حکومت کے بعض ممبروں نے بھی اور حزبِ اختلاف کے اراکین نے انہیں بڑے خلوص سے روکا تھا کہ یہ قوانین آگے چل کر جمہوریت کے لئے اور عوام کے لئے پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔ لیکن وہ نہ مانے تو ان کے لئے پھندہ بن گئے تو کہیں ہمارے لئے بھی یہ مسئلہ وبالِ جان نہ بن جائے۔

اسلامی قوانین کے برکات

دوسری بات یہ ہے کہ دہشت پسندانہ اور تخریب کارانہ سرگرمیوں کے لئے اسلام نے بڑی واضح تعزیرات مقرر ہیں۔ ہم انگریزی قوانین کی طرف تو جاتے ہیں اور ان میں کچھ ترامیم کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ لیکن اصل مسئلہ جب تک اسلامی تعزیرات اور سزائیں چوروں کے لئے، ڈاکوؤں کے لئے، راستہ کاٹنے والوں کے لئے اور تخریب کاروں کے لئے، فساد پیدا کرنے والوں کے لئے اللہ اور رسول نے مقرر کی ہیں۔

اللہ اور رسول ﷺ نے جو تعزیرات مقرر کئے ہیں اگر اس کو آپ نافذ کرتے تو یہ سارا مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا۔ نہ آپ کو آج ترامیم کی ضرورت ہوتی نہ خصوصی عدالتوں کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ اسلام نے ہمیں اس معاملے میں محروم نہیں چھوڑا۔ اور نہ ہم اس معاملے میں دیگر اقوام کے دستِ نگر ہوتے۔ پھر آپ نے جو سلسلہ خصوصی عدالتیں ہوں یا عام عدالتیں ہوں۔ اس کا جو طریقہ کار رکھا ہے اور اس میں جو شہادت کے ثبوت کے طریقے ہیں۔ وہ سب ایسے ہیں کہ جب تک وہ قانون شہادت اور ضابطہ کار جو عدالتوں کا ہے۔ مروجہ ۱۸۷۰ء سے کچھ چیزیں بنائی گئی تھیں جب تک وہ چیزیں ہوں گی تو خصوصی عدالتوں کے ذریعے بھی آپ اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

موجودہ قانونِ شہادت ناقص غیر شرعی ہے

یہاں شہادت کا سارا قانون ہی آپ خود جانتے ہیں کہ کیسا ہے پھر اس میں وکالت کا جو سلسلہ ہے اور اس میں ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنانے کا سارا سلسلہ اسی سلسلے کے ہوتے ہوئے آپ یہ توقع نہ رکھیں کہ آپ ان عدالتوں کی وجہ سے آپ تخریب کاری پر کوئی پابندی لگا سکتے ہیں۔ یہاں پورا سلسلہ سفارش، رشوت اور جس کے پاس دولت ہے اور انصاف کو خریدنے کا معاملہ ہے اور جس کا جیب گرم ہوگا وہ مقصد تک پہنچے گا ورنہ وہ اسی طرح محروم اور مظلوم رہے گا۔ ان خرابیوں کے ہوتے ہوئے یہ سارے موجودہ قوانین جو رائج ہیں وہ غیر مؤثر ہو کر رہ گئے تو آرڈیننس کے بعد جو آپ اس کو قانونی شکل دے دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی آسانی سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

انتظامیہ کے بعض عناصر تخریب کاروں کی سرپرستی کرتے ہیں

بلکہ اور بے انصافیوں کا سلسلہ دراز ہوتا جائے گا۔ جیسا کہ قاضی صاحب ہمارے دوست نے فرمایا کہ انتظامیہ کے کچھ عناصر ایسے ہیں کہ ان کی طرف سے تخریب کاری کی در پردہ سرپرستی ہوتی ہے اس کے کئی وجوہات ہیں وہ شاید ان کے مفادات ان لوگوں سے وابستہ ہوں جو امن و امان کو تہ و بالا کرنا چاہتے ہیں یا جن کو ہماری موجودہ افغان پالیسی سے اتفاق نہیں ہے وہ لوگ بعض جگہوں پر انتظامیہ

پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انتظامیہ ان کو خوش کرنا چاہتی ہے اور بسا اوقات تخریب کار اسی طرح یا تو چھوٹ جاتے
ہیں یا ضمانت پر رہا ہو جاتے ہیں یا اسی طرح پڑے رہتے ہیں لیکن ان کو سزا نہیں ملتی۔

مجاہدین افغانستان اور تخریب کاری کا مسئلہ

اس وقت تخریب کاری کے سلسلے کے ساتھ افغان مسئلے کا خاص تعلق ہے اور کئی جگہ پر وہ
افغانی باشندے ہوتے ہیں۔ غیر ملکی ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں میری رائے اور تجویز یہ
ہے کہ ان خصوصی عدالتوں کے ذریعے ہم ان پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اس کا ایک مؤثر علاج یہ ہے کہ اگر تخریب
کاری میں ملوث کوئی افغان باشندہ پکڑا جائے تو افغانستان کے باشندے جو یہاں مہاجرین رہتے ہیں اور مہاجرین کی جو
جماعتیں ہیں جو ان کے لیڈر ہیں وہ اپنے ملک کے لوگوں کو پہچانتے ہیں کہ یہ کس ذہن کا ہے تخریب کار ہے یا خاد کی پارٹی سے
تعلق رکھتا ہے یا پرچمی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو ان کے حوالے کیا جائے۔ میں پاکستانیوں کے بارے میں نہیں کہتا
مجھے کئی افغان مجاہدین نے آکر خود کہا ہے۔ کہ ہم یہ ذمہ داری خود قبول کرنے کو تیار ہیں اگر حکومت ہمارے ملک کے باشندوں
کے بارے میں ہمیں اختیار دیدے ہم ان کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کر کے ان کو سزا دے سکتے ہیں اور اس معاملے
میں حکومت کا یہ دخل بھی نہ ہو۔ کہ آپ اس کو چھوڑیں۔ پہلے وہ لوگ خود ان کو پکڑ لیتے تھے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچا
دیتے تھے اور چند دنوں میں وہ ان کو ٹھکانے لگا دیتے تھے۔ پھر تو یہ سلسلہ چلتا ہی نہیں تھا۔ لیکن بعد میں یہ صورت حال
پیدا ہوئی کہ انتظامیہ نے اس میں مداخلت شروع کی۔ وہاں انہوں نے ایک آدمی پکڑا۔ اور انتظامیہ کی طرف سے اس کو
چھڑایا گیا کہ آپ لوگوں کا اس سے کیا تعلق ہے ان کو الٹا حراست میں رکھا گیا۔ حالاں کہ ان کو معلوم تھا کہ یہ تخریب کار تھے
ملک دشمن تھے۔ روس کے ایجنٹ تھے۔

تو اگر ہم افغان مجاہدین سے مدد لیں اور ان کے زعماء سے کہیں کہ اسلامی طریقے سے آپ ایک ٹریبونل بنالیں
یا جس طریقے سے مناسب جماعتوں کا بنالیں اور کوئی افغان تخریب کار اگر پکڑا جائے تو فوراً اس ٹریبونل کے حوالے کر دیں اور
یہ ہمارا دردسر ہی نہ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ان شاء اللہ اس معاملے میں وہ فوراً چند گھنٹوں میں فیصلے تک پہنچ سکیں گے اور
تخریب کار کو فی الواقعی سزا مل سکے گی باقی جو پاکستانی ہوں ان کو اس میں حق نہیں دیتے لیکن اس میں ہمارا موجودہ نظام بالکل ناقص
ہے۔ آپ کے پشاور میں پورے ایک سکول کے بچوں کو اڑایا گیا۔

تخریب کاری کے فروغ میں اعلیٰ افسروں کا شرمناک کردار

اور وہ تخریب کار پکڑا گیا اور آگے چل کر ٹل، ہنگو وغیرہ میں جاکر اس کی ضمانت ہو
گئی اور یہ باتیں چل رہی ہیں کہ ۲۰، ۳۰ لاکھ روپے رشوت دے کر تخریب کاروں کو
چھوڑا گیا۔ آپ کے اسلام آباد میں ایک بہت بڑا تخریب کار بیٹھا ہوا ہے انہی لوگوں میں سے۔ اور اخبارات میں بھی آیا ہے کہ
بہ یا ۴۵ لاکھ روپے میں سودا کر کے اس کو بٹھا رکھا ہے۔ یہ سودا کون کرتا ہے اس میں جب تک انتظامیہ سے باز پرس نہ ہو گی
اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر سزا دینی ہے تو فوری طور پر برسر عام دی جائے تخریب کار کو۔ اور اس تخریب کار کو ایسی سزا

دی جائے کہ ٹی وی پر اور کھلے میدان میں ہو۔ تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو سکے۔ وجہ یہ ہے کہ اس وقت سارے لوگ بے چین ہیں کوئی بس میں سوار ہوتا ہے تو دل لرزتا ہے۔ کوئی سڑک پر جاتا ہے۔ کسی کا بچہ باہر جاتا ہے تو جب تک واپس نہ آئے بے چینی رہتی ہے۔

جناب والا۔ صرف اس آرڈیننس کو پاس کرنے پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ اس کے لئے عملی اور مؤثر اقدام کریں۔ کل بھی اسلام آباد میں دھماکہ ہوا ہے تو اللہ کرے کہ حکومت اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اور اس ملک کو امن و امان فراہم ہو سکے۔ شکریہ!

وفیات — یادرفتگان

مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن ہندوستان کے مشہور تحقیقی اور اشاعتی ادارے دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اور معروف علمی و ادبی جریدے معارف کے مدیر شہیر مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن گذشتہ ماہ لکھنؤ کے قریب ایک ٹیکسی کے حادثے میں اس دارِ فانی سے دار البقاء کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان اللہ اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شیء عندہ باجل مسمّٰی۔

مرحوم جید عالم، ایک عظیم مورخ، دانشور اور ادیب و مصنف تھے۔ دارالمصنفین کی بنیاد مولانا شبلی نعمانی نے رکھی مولانا سید سلیمان ندوی ان کے صحیح جانشین تھے۔ مولانا صباح الدین عبدالرحمن دونوں کے علمی اور تحقیقی روایات کے امین اور فکر و عمل کے لحاظ سے صحیح جانشین ثابت ہوئے انہوں نے سید سلیمان ندوی کی تربیت و سرپرستی میں ادارہ کے لئے ترقی کے خطوط متعین کئے اور ساری زندگی علم و اشاعت دین اور ریسرچ و تحقیق میں گذار دی۔ سیاسی جھمیلوں سے ہٹ کر علمی دینی اور تاریخی اعتبار سے قومی و ملی روایات و اقدار کے تحفظ اور ان کی ترویج و اشاعت کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا بزم صوفیہ، بزم تیموریہ، بزم مملوکیہ، اسلام میں مذہبی رواداری، سلاطین و علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، مرحوم کے مشہور علمی و تاریخی اور شاہکار تصنیفات ہیں۔ مولانا صباح الدین عبدالرحمن اپنے علمی و دینی خدمات، تحقیقی اور بلند پایہ تاریخی تصنیفات، وسعت علم، متوازن فکر، پاکیزگی کردار، زہد و تقویٰ، سادگی و انکساری، خوش اخلاقی اور شگفتہ مزاجی میں سلف صالحین کی ایک مثالی تصویر تھے۔ ان کی علمی و ادبی بالخصوص ماہنامہ معارف کی اداراتی تحریریں ان کی فطری سلیقہ مندی اور سلامت فکری کا عکس جمیل ہوا کرتی تھیں۔ ان کا حادثہ وفات صرف ان کے خاندان یا ادارہ دارالمصنفین ہی کا نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند کے تحقیقی حلقوں اور عالم اسلام کے علمی و ادبی اداروں کا بہت بڑا نقصان ہے ایسے خلا صدیوں میں پورے نہیں ہوا کرتے۔ باری تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے نوازیں۔ اور اپنی بے پایاں رحمت اور اپنے شایانِ شان فضل و کرم سے انہیں آخرت کے بلند درجات مرحمت فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی | نومبر کے وسط میں سندھ کے معروف عالم دین مولانا محمد شاہ امروٹی بھی اس دار فانی سے سوئے آخرت رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم کے والد میاں نظام الدین حضرت مولانا تاج محمود شاہ امروٹی کے خلف رشید تھے اور خود مرحوم کا تعلق بیعت و خلافت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے تھا۔ مرحوم کی ساری زندگی خدمت اشاعت دین میں گزری ۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے ۔

مولانا محمد رمضان ملتانی | تنظیم اہلسنت پاکستان کے ایک رہنما مولانا محمد رمضان ملتانی بھی ۱۵ دسمبر کو جدہ میں کار کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے ۔ مرحوم جامعہ خیر المدارس ﷺ کے فاضل ، بلند پایہ عالم ، مبلغ اور کئی برس سے جامع عمر بن خطاب میں خطیب و مدرس تھے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ اپنے شایان شان رحم وکرم کا معاملہ فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

مولانا فاتح شاہ صاحب | دارالعلوم مطلع العلوم نار جعفر خان کے مہتمم مولانا فاتح شاہ صاحب ۱۲ دسمبر کو ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے ۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے جید فاضل اور بلند پایہ عالم تھے ۔ ۲۲ سال سے مدرسہ مطلع العلوم نار جعفر خان بنوں میں اہتمام اور تدریس علم میں مصروف تھے کہ آخرت کا بلاوا آ گیا ۔ دارالعلوم حقانیہ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے خصوصی عقیدت اور تعلق تھا ۔ باری تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے ساتھ اپنے خصوصی فضل و کرم کا معاملہ فرمائیں ۔ آمین

جناب ڈاکٹر شبیر بہادر پنی | نومبر کے پہلے عشرے میں علمی و دینی اور تحقیقی حلقوں کے مشہور دانشور جناب ڈاکٹر شبیر بہادر پنی بھی بقضائے الٰہی اس دار فانی سے رحلت کر گئے ۔ مرحوم کئی کتابوں کے مصنف اور مولانا ابوالکلام آزاد کی فکر و نظریہ اور تحریر و سیاست کے زبردست وکیل اور داعی تھے ۔ ماہنامہ الحق کے ساتھ ابتدائے روز سے خصوصی تعلق اور شغف تھا مرحوم کے تمام مضامین اور مکاتیب کا ہدف امت میں اسلامی اقدار کی ترویج تھی ۔ یہی جذبہ اصلاح انقلاب امت مرحوم کی نجات کا ذریعہ اور قطعی توشۂ آخرت ہے ۔ باری تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور کروٹ کروٹ رحمتوں سے نوازے ۔

مولانا عبد الحلیم اثر | گذشتہ ماہ صوبہ سرحد کے مشہور عالم دین حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ کے رفیق درس ، عظیم مورخ جناب مولانا عبد الحلیم اثر بھی انتقال فرما گئے ۔

مرحوم تاریخی ذوق ، مختلف قبائل ، قومی نسلی روایات اور انساب اور جغرافیہ کے ماہر تھے ۔ شاعرانہ ذوق کے ساتھ ساتھ ادبی اور تحریری صلاحیتوں سے بھی قدرت نے انہیں مالا مال فرمایا تھا ۔ اپنے رشحات قلم سے قارئین الحق کو بھی مستفید فرماتے رہتے ۔ ان کے دینی خدمات اور علمی و تحریری سرمایہ صدقہ جاریہ ہے ۔ باری تعالیٰ مرحوم کو آغوش رحمت میں جگہ دے اور مغفرت فرمائے ۔

بیادِ مجلسِ شیخ الحدیث

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

ضبط و ترتیب :— مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہلِ حق

شیخ مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ کا دارالعلوم حقانیہ سے تعلق خاطر

۲۸ ربیع الاوّل ـ بمطابق ۲۰ نومبر ۸۷ء

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پوتے جناب ڈاکٹر محمد اکمل قادری اور ان کے رفقاء جناب حاجی خوشی محمد صاحب ـ جناب عثمان غنی صاحب بی اے ـ جناب ظہیر میر ایڈوکیٹ اور متعدد دیگر احباب ایک وفد کی صورت میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ـ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے حضرت لاہوریؒ کی خصوصی نسبتوں کے پیش نظر بڑا اکرام فرمایا :ـ

ارشاد فرمایا ـ آپ حضرات اہل علم ہیں، بزرگ ہیں، مجھ ناچیز پر بڑا احسان فرمایا کہ ملاقات اور زیارت کا موقع فراہم کر دیا ـ یہ دارالعلوم تو آپ کا اپنا ادارہ ہے ـ اس سے شیخ لاہوریؒ کو بڑی محبت اور شفقت تھی ـ حضرت شیخ التفسیر فرمایا کرتے تھے " دارالعلوم حقانیہ میرا اپنا ادارہ ہے " اس کا بھی ایک پس منظر ہے کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت لاہوریؒ کو خط لکھا تھا کہ :ـ

" دیکھو! پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ قائم ہو چکا ہے اس کا خصوصی خیال رکھنا دارالعلوم حقانیہ ہمارا اپنا ادارہ ہے " اوائل میں دارالعلوم کے سالانہ جلسے ہوا کرتے تھے تو حضرت شیخ التفسیرؒ اپنی شفقتوں اور حضرت شیخ مدنیؒ کی تاکید کے پیش نظر ہمیشہ شرکت فرمایا کرتے تھے ـ فالج کی تکلیف شدت پر تھی ـ پھر بھی تشریف لائے اور دارالعلوم کو نوازا ـ

شیخ مدنیؒ کا فیض اور حضرت لاہوریؒ کی دعاؤں کے ثمرات

دارالعلوم میں آپ کو جو کچھ نظر آتا ہے یا آپ کے جو ہمارے ساتھ حسن ظن کا معاملہ ہے یہ سب حضرت شیخ مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ کی دعاؤں کے ثمرات ہیں ـ

سالانہ جلسہ کی بات ہوئی تو حضرت شیخ مدظلہ نے ارشاد فرمایا ـ جی چاہتا ہے کہ دارالعلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہو مگر سوال یہ ہے کہ کس کو بلایا جائے کون رہ گیا ہے ـ کس کو دعوت دی جائے نہ تو شیخ مدنیؒ ہیں اور نہ ہی حضرت لاہوریؒ ہیں ـــ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ بڑی شفقت فرماتے تھے مجھے علیحدہ اپنے خلوت خانہ میں بلاتے، بڑی شفقت فرماتے، سینے سے لگاتے ـ ہمارا کوئی سالانہ جلسہ حضرت لاہوریؒ کے بغیر منعقد نہیں ہوا ـ اور اب جو یہ رونقیں آپ کو

نظر آتی ہیں۔ یہ سب حضرت شیخ مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ کے فیوض اور برکات کے اثرات ہیں۔

مسجد کے فرش پہ جو آرام و سکون ہے وہ نرم گدوں سے حاصل نہیں ہو سکتا

اسی مجلس میں حضرت شیخ الحدیث نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ عموماً یوں ہوا کرتا کہ حضرت لاہوریؒ تقریر فرما کر اچانک غائب ہو جاتے منتظمین کو بڑی پریشانی ہوتی۔ تمام رات تلاش کرتے رہتے۔ پھر کہیں پتہ چلتا کہ اکوڑہ کی کسی گمنام مسجد میں انہوں نے فرش پر رات گزار دی ہے۔ بعد میں آپ کے اس معمول سے منتظمین بھی آگاہ ہو گئے تھے۔ فرماتے، مجھے خلوت اور خدا کے گھر میں فرش پہ جو آرام اور سکون حاصل ہوتا ہے وہ آرام وہ گدوں اور لوگوں کے ہجوم میں کب حاصل ہو سکتا ہے۔

اللہ کریم کی ستاری اور پردہ پوشی کے سوا تو کوئی چارہ ہی نہیں

اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب جوانی تھی اور عمل کا وقت تھا تو کوئی عمل نہیں کیا۔ اب بڑھاپے ہے قویٰ بھی کمزور ہو چکے ہیں۔ نظر بھی کمزور ہے اعصاب ضعیف ہیں دعا کریں کہ اللہ پاک خاتمہ بالخیر اور نجات اخروی مرحمت فرمائے۔ اب کچھ عمل ہوتا ہی نہیں بس اللہ کریم کی ستاری اور پردہ پوشی کی امید کے سوا تو کوئی چارہ ہی نہیں۔

علوم و معارف کے بحر ناپیدا کنار

ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ علوم و معارف کے بحر ناپیدا کنار تھے ان کے ظاہری اور باطنی کمالات اور محاسن اس قدر متنوع اور کثیر ہیں کہ شمار نہیں کئے جا سکتے۔

شیخ مدنی کی اکوڑہ تشریف آوری

یہ مجلس حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی قدیم بیٹھک میں تھی۔ دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ سامنے کی چارپائی پہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تشریف فرما تھے اس موقع پر حضرت مدنیؒ نے تعلیم القرآن سکول کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ دارالعلوم حقانیہ بھی انہی بزرگوں کی برکتوں کا صدقہ ہے۔ اور آپ حضرات جو اب نفاذ شریعت بل کی تحریک چلا رہے ہیں یہ بھی انہی بزرگوں کی محنت و جہاد اور مسلسل قربانیوں کا صدقہ ہے۔

ایک کفریہ کلمہ پہ تنبیہ

ارشاد فرمایا۔ اور اب بعض جو نادان مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے سنا جا رہا ہے۔ کہ شریعت منظور ہے بل نامنظور۔ یہ کفریہ کلمہ ہے خطرناک کلمہ ہے۔ آخر بل کو شریعت سے کیوں جدا کیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قرآن منظور ہے مگر اس کا بطور قانون کے نفاذ منظور نہیں۔ یہ بڑی آزمائش کا دور ہے بڑے امتحان کا دور ہے۔ سیاست نے عقل پر پردے چڑھا دئیے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت اور رہنمائی فرمائے۔

حضرت لاہوریؒ اور طلبہ دارالعلوم

ارشاد فرمایا۔ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کو دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ سے بڑی شفقت اور محبت تھی۔ وارفتگی کی حد تک طلبہ سے محبت فرماتے تھے۔ اپنے ساتھ بٹھاتے ان کے مسائل اور مشکلات میں دلچسپی لیتے تھے۔ میں نے برخوردار سمیع الحق کو بھی ان کی خدمت میں ترجمہ و تفسیر اور تربیت کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے قرآن کے ترجمہ و حواشی میں بڑے قیمتی دُرر جمع فرمائے ہیں۔ ان کا درس

بے نظیر تھا۔ قرآن کے ترجمہ و تفسیر میں حضرت لاہوریؒ کے خلاصے اور اشارات بڑے مفید ہیں۔ انہوں نے متقدمین کی تفاسیر سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

جس مجلس میں اللہ والوں کا ذکر ہو وہاں دعا بھی قبول ہوتی ہے

آخر میں جب ارکانِ وفد نے رخصت چاہی اور دعا کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا جس مجلس میں کسی اللہ والے اور بزرگوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس مجلس میں دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کی برکتوں سے حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مجاہد ملت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا تذکرہ ہوتا رہا۔ خدا تعالیٰ ان کی برکتوں کے صدقے ہماری دعائیں قبول فرمائے گا۔

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دعا فرمائی۔ حاضرین پر عجز و انکسار اور انابت و گریہ کی عجیب کیفیت طاری تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دعا پر ابھی سے قبولیت کی مہریں لگ رہی ہیں۔

مرکز علم "دارالعلوم دیوبند" سے جناب مولانا ارشد مدنی مدظلہ کی تشریف آوری

۳۰ نومبر ۱۹۸۷ء

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت العلامہ مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم اچانک دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اتفاق سے اس روز دارالعلوم تشریف نہیں لائے تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب بیرون ملک سفر پر تھے مخدوم زادہ مولانا انوار الحق موقعہ پر موجود تھے۔ مہمانوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہمیں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ہی سے ملاقات کرنی ہے۔ اور پھر آگے کا سفر درپیش ہے۔ چنانچہ مولانا انوار الحق، اور احقر ان کے ہمراہ ہو لئے۔ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے دولت کدہ پر بغیر کسی اطلاع کے مہمان حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، پھر اپنے شیخ اور مرکز علم دارالعلوم دیوبند سے نسبت اور اپنے مخدوم زادہ کی اس اچانک تشریف آوری پر بڑے خوش ہوئے۔ فرط مسرت اور بشارت کے آثار چہرہ مبارک سے ہویدا تھے ضعف و علالت کے باوجود باصرار کھڑے ہو کر مولانا ارشد مدنی اور انکے رفقاء سے ملے مولانا مدنی اور انکے رفقاء کا تعارف کراتے ہوئے۔

حضرت! یہ صاحب میرے بھانجے ہیں محمد سلمان منصورپوری، دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں کام کرتے ہیں اور یہ مدنی دارالمطالعہ دارالعلوم دیوبند کے ترجمان "آزاد" کے مدیر ہیں۔ یہ حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب ہیں لاہور کے۔ اور یہ جناب محمود صاحب ہیں جو دیوبند کی مشہور علم نواز اور دینی شخصیت جناب احمد گل صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

مولانا ارشد مدنی نے صحت کے بارے میں پوچھا تو شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ ضعف ہے علالت ہے اور دوران سر کی بعض اوقات شکایت رہتی ہے۔ نظر کی کمزوری کبھی زیادہ اور کبھی کم ہو جاتی ہے۔ بس اللہ کے فضل پہ مستقبل اور آخرت کا کچھ بنے گا اس کے بغیر تو کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔

جو فیض حضرت مدنیؒ کا پھیلا وہ ان کے معاصرین میں کسی کو کم نصیب ہوا

مولانا ارشد مدنی سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دارالعلوم دیوبند کی موجودہ صورت حال، اساتذہ اور تقسیم اسباق اور خود ان کے اسباق کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں سکون، اشتغالِ تعلیم اور خود ان کے پاس ترمذی شریف کی تدریس کی ذمہ داری کا بتایا۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔

خدا کا شکر ہے کہ مرکزِ علم میں سکون، اور ہمہ تن توجہ تعلیم اور نظم کی طرف ہے۔ وہاں سکون ہے تو یہاں بھی سکون ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے۔

باقی آپ جو ترمذی پڑھاتے ہیں یہ بہت بڑی سعادت ہے الولد سرٌ لابیہ۔ یہ سب حضرت شیخ مدنیؒ کی برکات اور فیوضات ہیں۔ میں طلبہ دارالعلوم سے کہا کرتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی جو کچھ اللہ کے کرم سے تمہیں نظر آ رہا ہے یہ سب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے فیوضات ہیں، جو صرف یہاں تک محدود نہیں بلکہ ایشیا افریقہ اور برصغیر میں جہاں جہاں بھی علم حدیث کی خدمت اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے اس میں حضرت کے تلامذہ در تلامذہ مصروف کار ہیں۔ حضرت مدنی کے بڑے بڑے ہمعصر تھے اکابر تھے ذہین اور سیاستدان تھے مگر جو فیض اللہ نے حضرت مدنیؒ کا پھیلایا وہ کسی کو کم نصیب ہوا۔

حضرت مدنیؒ کا درس حدیث

شیخ العرب والعجم کے افادات، اور تقریر ترمذی سبحان اللہ، بڑا پیارا انداز تھا۔ ان کی تقریر کچھ ایسی تھی کہ کسی بھی درجہ کا طالب علم محروم نہیں رہتا تھا۔ ذکی، متوسط اور غبی ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیضیاب ہوتا تھا اور یہ کمال حضرت مدنیؒ ہی کے ساتھ خاص تھا۔

احترام اساتذہ

اسی سلسلہ گفتگو میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارے لئے شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کا جوتا ہمارے سروں کا تاج ہے اور ان کے جوتوں کو سر پر رکھنا ہم اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

مولانا ارشد مدنی نے فرمایا۔ حضرت! آپ کے وجود مسعود سے اللہ پاک نے حضرت مدنیؒ کے فیوضات اور برکات کو پاکستان، افغانستان اور دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلایا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔

اکابر سے نسبت اور اللہ کی ستر پوشی

یہ دارالعلوم حقانیہ، اور اس کے فضلاء اور ان کی دینی خدمت اور اب جہاد افغانستان میں ان کا مجاہدانہ کردار، یہ سب شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا صدقہ جاریہ ہے مجھ گنہگار کی نسبت شیخ مدنیؒ سے ہے میری نااہلی ان کے نام سے نسبت، ان کی شانِ عظمت کو بدنام کنندہ ہے میں تو اس قابل نہیں کہ اکابر سے اپنی کوئی ادنیٰ نسبت بھی جوڑ سکوں۔ اللہ نے ستر پوشی کر رکھی ہے۔

مولانا محمد یٰسین نے فرمایا، حضرت! یہ بھی حضرت مدنی کی وراثت اور ان سے کمال تعلق اور سچی عقیدت اور تلمذ

کی برکات ہیں۔ کہ یہ تواضع بھی آپ کو ان سے ورثے میں ملی ہے ۔ ہمارے اکابر میں صرف حضرت مدنیؒ ہی کی یہ عادت مبارک تھی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ "ننگ اسلاف" لکھا کرتے تھے ۔

حسن عمل کے ساتھ طول عمر بھی نعمت ہے

مولانا ارشد مدنی نے عرض کیا حضرت! آپ کی زندگی اور آپ کے وجود مسعود ہم سب کے لئے اور پوری امت کے لئے غنیمت ہے ۔ اللہ پاک آپ کا سایہ دیر تک امت کے سروں پر قائم رکھے ۔ اکابر علماء دیوبند کے علمی صدقات جو آپ حضرات کی صورت میں جاری ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قائم دائم اور ہمیشہ کے جاری اور ساری رکھے ۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ دعا فرماتے رہیئے کہ اللہ پاک نے زندگی کے جو لمحات مقدر فرمائے ہیں وہ دین کی خدمت میں گذریں، اللہ کی رضا میں، اور خدا تعالیٰ خاتمہ بالخیر سے نوازے۔

مولانا مدنی نے فرمایا حسن عمل کے ساتھ طول عمر بھی نعمت ہے۔

مولانا انوار الحق مدظلہ نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ایماء پر مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کیا ۔ مولانا ارشد مدنی اور ان کے رفقاء کے لئے حضرت مدظلہ اس موقعہ پر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دیدہ و دل نچھاور کر رہے ہیں اور دل و جان سے نچھاور ہو رہے ہیں ، باصرار مہمانوں کو کھلاتے رہے ۔

مولانا ارشد مدنی اور ان کے رفقاء نے اسے اپنے لئے تبرک قرار دیا۔ اور فرمایا ، آپ کے ہاں دعوت میں لذت اور مٹھاس اور بڑی چاشنی ہوتی ہے ۔

علماء نفاذ شریعت کی جدوجہد پر مکلف ہیں

مولانا ارشد مدنی نے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا دریافت فرمایا اور ان کی نئی سیاسی ذمہ داریوں بالخصوص جمعیت کی نظامت علیا پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو مبارک باد دی ۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا ۔ برخوردار سمیع الحق کے لئے خصوصی دعا کریں ۔ اس وقت ہمارے ہاں کی صورت حال یہ ہے کہ حکومت نفاذ شریعت میں مخلص نہیں شریعت بل کی منظوری اور نفاذ کی تحریک جاری ہے ۔ ادھر عوام میں بھی لادین طبقہ کے لوگ یہ نہیں چاہتے کہ ملک میں عملاً شریعت کا قانون نافذ ہو۔ دوسری طرف سمیع الحق کو جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل ہونے کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی ہے ۔ بہر حال الحمد للہ کہ موقف درست ہے شریعت کے لئے جدوجہد ہے اپنی طرف سے تو علماء اس کے مکلّف ہیں آگے عملاً کامیابی اور نفاذ یہ تو اللہ ہی کے کرم پر ہو گا۔

جب حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کے قید و بند سے رہا ہو کر اپنے حلقۂ علماء میں تشریف لائے تو بعض حضرات مایوسیوں کا اظہار کرنے لگے ۔ تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا۔ مایوسی کیوں ! یہ ناکامی نہیں ، یہ کامیابی ہے ۔ اللہ کی بارگاہ میں ، ہم تو اس کے مکلف تھے کہ ہم کوشش کریں اللہ کے فضل سے ہمیں اللہ نے مساعی اور کوشش کی توفیق بخشی ہے یہی ہماری کامیابی ہے ۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی دینی مدارس اور اسلامی تنظیموں کے مقاصد اور اغراض یہی بتاتے تھے ۔ نفاذ شریعت

اور ترویج شریعت کا کام کیا جائے۔

یہ اللہ کا احسان ہے کہ شریعت بل کی تحریک سے اور نفاذ شریعت کے مطالبے سے حکومت بھی خائف ہے۔ وہ کسی لادین نظریہ کا نام نہیں لے سکتی۔ اور نہ آسانی سے ایسے نظریات کے لئے اب راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

مجلس کے اختتام پر حضرت شیخ مدظلہ نے مولانا مدنی کی خدمت میں خصوصی ہدیہ پیش فرمایا۔ حضرت مدنی کے نواسے مولانا سلمان منصور پوری نے "مدنی دار المطالعہ دار العلوم دیوبند" کے ترجمان "آزاد" کا خصوصی نمبر "فتنہ خمینیت نمبر" بھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور بتایا کہ اس میں ہم نے دار العلوم حقانیہ کے مدرس عبد القیوم حقانی کے مضمون "سانحہ مکۃ المکرمہ" کو خصوصی اہمیت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے آزاد کا خمینیت نمبر ان سے بڑے احترام، شوق اور ادب کے ساتھ لیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعاؤں سے نوازتے رہے۔

بقایا اظہار حق از صفحہ ۳۰ :-

جناب چیئرمین	وضاحت ضرور کریں۔
حاجی محمد سیف اللہ خان	یعنی آپ ملاحظہ کریں کہ بحیثیت ایک مسلمان کے .....
جناب چیئرمین	میں عرض کرتا ہوں۔ پلیز .....
حاجی محمد سیف اللہ خان	ایک آدمی کی نیت پر شک کرنا .....
مولانا سمیع الحق	نیت پر یقین ہے۔
حاجی محمد سیف اللہ خان	قصداً شک کہا گیا۔
مولانا سمیع الحق	جناب والا اگر آپ اس پر فیصلہ دے دیں تو بہت بہتر ہوتا۔ آپ کے سامنے سب پہلو آگئے ہیں اس کو پینڈنگ کرنے کی بجائے اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ دے دیں۔

نوٹس

عنوان: پاک چائنا بارٹر پروٹوکول نمبر ۱۳، مورخہ ۱۹۸۴-۷-۱۲ کی توسیع

عوام الناس کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ پاک چائنا بارٹر پروٹوکول نمبر ۱۳ مورخہ ۱۹۸۴/۷/۱۲ کی برائے ایل سی مورخہ ۱۹۸۸/۳/۳۱ تک اور برائے شپمنٹ مورخہ ۱۹۸۸/۶/۳۰ تک توسیع کردی گئی ہے۔

PID(1) Advt. No. 2405/56

بشیر احمد بھٹی سیکشن آفیسر وزارت تجارت اسلام آباد

ایوانِ بالا (سینیٹ) میں اظہارِ حق و اتمامِ حجت

- نفاذ شریعت اور حکومت کی منافقانہ پالیسی
- شریعت بل، وزیر مذہبی امور اور نشریاتی ادارے
- مولانا سمیع الحق کی اہم تحریکِ استحقاق اور حکمرانوں کا مذموم رویہ
- نو کروڑ مسلمانوں کے جذبات سے تمسخر
- علماءِ حق کا اظہارِ حق و اتمامِ حجت

ایوان بالا (سینیٹ) میں معرکۂ حق و باطل اور علماء حق کے اظہارِ حق و اتمام حجت کی مندرجہ ذیل رپورٹیں سینٹ سیکرٹریٹ کے ریکارڈ سے حاصل کی گئی ہیں۔ پہلا مباحثہ ۱۱ اکتوبر ۸۷ء ۶ بجکر چالیس منٹ پر ہوا۔ اور دوسرا ۱۳ اکتوبر ۸ بجکر تیس منٹ پر ہوا!

مولانا سمیع الحق | میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مورخہ ۲ اکتوبر کو وزیر اعظم کی مداخلت پر شریعت بل کے بارے میں حکومت کی جانب سے بذریعہ ٹیلیگرام اور دیگر ذرائع مذاکرات کی دعوت متحدہ شریعت محاذ کے رہنماؤں محرکین اور بعض معزز جج صاحبان اور رکن اسلامی نظریاتی کونسل کو دی گئی۔ مگر اسی رات ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر خبرنامے میں جس انداز سے یہ خبر نشر کی گئی اس میں نہ صرف یہ تاثر دیا گیا کہ علماء نے از خود جناب وزیر مذہبی امور سے ملاقات کی بلکہ یہ کہا گیا کہ ملاقات میں موجود علماء نے حکومت کی طرف سے کئے گئے اسلامی اقدامات کی تعریف کی۔ ان اسلامی اقدامات اور ان کے اسلامی اقدامات کو سراہا نیز جس مقصد یعنی شریعت بل کے لئے یہ مذاکرات منعقد ہوئے تھے خبرنامے میں اس کا ذکر نہیں تھا۔ اس خبر سے عوام میں غلط تاثر پھیلنے کی وجہ سے استحقاق مجروح ہوا ہے براہ کرم اسے زیر بحث لایا جائے۔ جناب والا۔ اس خبر کو بالکل قطعاً حقائق کے منافی نشر کیا گیا ہے۔ صورت حال یہ تھی کہ جناب وزیر اعظم کے مشورے سے ہم نے یہ طے کیا کہ سینیٹ سے باہر ہم کسی اچھے نتیجے پر پہنچ جائیں۔ اور افہام و تفہیم سے کوئی راستہ نکل آئے۔ چنانچہ شریعت بنچ کے دو جج صاحبان اور نظریاتی کونسل کے ارکان اور قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ارکان، جناب وفاقی مذہبی امور کے ساتھ مذاکرات کے لئے ان کی دعوت پر آئے اور مسئلہ شریعت بل ہی کا تھا۔ وہاں کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان بڑے بڑے جید علماء نے جن کے نام بھی خبرنامے نے دئیے۔ اس نے حکومت کے اسلامی اقدامات کی تعریف کی۔ گویا یہ چند درباری ملّا ہیں اور آنریبل جناب شیخ الاسلام حاجی سیف اللہ صاحب (استہزاءً) کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تھے اور ان کو

مبارک باد دی کہ آپ نے بالکل اسلام کا جھنڈا سربلند کر دیا۔ یہ صورت قطعاً نہیں تھی نہ شریعت بل کے بارے میں کوئی ذکر ہوا خبر نامے میں، نہ مذاکرات کے بارے میں کہ یہ مذاکرات تھے اور دونوں طرف سے افہام و تفہیم کی کوشش کے سلسلے میں بلائے گئے تھے۔ تو اس بارے میں عوام میں لازماً ایک خطرناک اور غلط تاثر پھیل گیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ٹیلی ویژن کا بھی نقصان نہیں ہے کہ جناب حاجی سیف اللہ صاحب نے جو پریس ریلیز لکھا اور ان کو فراہم کیا۔ انہوں نے اس کو نشر کیا۔ اس طرح پورے ان ارکان کی جو اس اجلاس اور مذاکرات کی مجلس میں شریک تھے ان سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

__مولانا سمیع الحق__ | جناب چیئرمین صاحب۔ ہمارے آنریبل منسٹر صاحب میرے لئے کئی وجوہ کے لحاظ سے نہایت واجب الاحترام بزرگ ہیں۔ میں اتنی گذارش کروں گا کہ انہوں نے جو خبر کا متن پڑھ کر سنایا ہے اس سے میری تینوں باتوں کی تصدیق ہو گئی ہے۔ میں نے یہ گذارش کی تھی کہ یہ مذاکرات تھے کوئی ملاقات نہ تھی کہ وزیر صاحب کی خدمت میں علماء آئے تھے اور یہ شریعت بل کے بارے میں تھے اور اس میں حکومت کے کسی اسلامی اقدام جو بزعم خود ان کا خیال ہے جب کوئی اقدام شریعت کے لئے ہے ہی نہیں تو ہم تعریف کیا کرتے۔ یہ تو تینوں باتیں انہوں نے خبر پڑھ کر سنائی۔ اس میں ثابت ہو گیا کہ اس میں الفاظ قاضی صاحب نے سنا دیئے کہ انہوں نے اس حکومت کے اسلامی اقدامات کی تعریف کی اور ملاقات کی۔ اگر قاضی صاحب مجھے بتا دیں کہ اس میں مذاکرات کا ذکر ہے یا شریعت بل کا ذکر ہے تو میں کہہ سکوں گا کہ حقائق کو مسخ نہیں کیا گیا۔ ایک تیسری بات اب مجھے قاضی صاحب کے بیان سے واضح ہوئی۔ کہ اب تو یقیناً میرا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس میں مولانا سمیع الحق کا تو ذکر ہی نہیں ہے، میں نے اس نکتے پر تو غور ہی نہیں کیا تھا کہ مجھے تو بیچ ہی سے حذف کر دیا گیا ہے۔ اب وہ خود سوچ رہے ہیں کہ میرا نام کیوں نہیں آیا۔ میں تو آخر تک میٹنگ میں تھا۔ اور حاجی سیف اللہ صاحب کو میری اس دن کی بات چیت انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یاد رہے گی۔ اب قاضی صاحب سے انکشاف ہوا کہ خبر میں میرا نام ہی گول کر دیا گیا۔ کیا اب بھی استحقاق مجروح نہیں ہوا؟

__مولانا سمیع الحق__ | لیکن اب یہ بات معلوم ہوئی کہ میرا نام ہی اس میں نہیں آیا۔

__جناب قاضی عبدالمجید عابد__ | اگر ان کی یہی منشا ہے تو آج پھر ان کے نام کا بھی ذکر کر دیں گے؟

__جناب قائمقام چیئرمین__ | کیا آپ اس کو پریس کرتے ہیں۔

__مولانا سمیع الحق__ | بالکل پریس کرتا ہوں۔

__مولانا سمیع الحق__ | جناب چیئرمین۔ اس کی صورت حال یہ تھی کہ جس وقت آپ نے کمیٹی کو ریفر کر دیا اور ایوان نے اکثریت سے تجویز منظور کر لی۔ اس کے بعد ہم نے اپنے جذبات ظاہر کئے اپنے دلائل سنائے اور ہم نے اعلان کیا کہ ہم کمیٹیوں سے مستعفی ہیں۔ حضرت قاضی صاحب نے ایک لمبی چوڑی تحریر پڑھ کر سنائی تھی اپنے دلائل کے ساتھ تو

آپ نے ایک جملہ کہا کہ اس ساری بات چیت کا کارروائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولانا سمیع الحق: پوائنٹ آف آرڈر۔ ایک گذارش بہت ضروری ہے۔ آپ نے اب بھی فرمایا تھا کہ کسی تحریک استحقاق کو ذرا تاخیر سے دیر سے داخل کرنے سے بھی وہ مسترد کر دیا جاتا ہے۔ تو آج ہم دونوں کا قاضی صاحب اور میرا ایک نہایت ہی اہم ترین تحریک استحقاق ہے روزانہ اس کو کبھی کسی دن کے لئے ٹال دیتے ہیں ہم نے بارہ بجے وہ تحریک استحقاق داخل کیا ہے۔ اس کو رولز کے مطابق سامنے لائیں میرا اور قاضی صاحب کا تحریک استحقاق سامنے لائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا صاحب ویسے میں ....

مولانا سمیع الحق: وہ کہاں گیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ میری گذارش سنیں۔ میں نے لاء منسٹر صاحب سے ریکویسٹ کی تھی اور میں نے آپ سے بھی یہ کہا ہے کہ حکومت واقعات سے باخبر ہو جائے تو وہ سامنے آ جائے گی۔ اگر رولز کی بات ....

مولانا سمیع الحق: اس کے بارے میں نہیں ہے وہ تو میں نے کراچی کا مسئلہ اٹھایا تھا۔ ایک اور تحریک استحقاق ہے جو شریعت بل کے متعلق ہے۔ میں نے آج داخل کی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: تحریک استحقاق ایک دن میں ایک ہی آ سکتی ہے

مولانا سمیع الحق: میری تحریک استحقاق تو نہیں آئی۔ وہ تو پچھلے دن کی آپ نے ملتوی کر دی تھی۔ آنریبل منسٹر صاحب نہیں تھے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلو میں فائل منگوا کر دیکھ لیتا ہوں۔

مولانا سمیع الحق: ہاں حضرت دیکھ لیں۔ اس پر ہم سب کا دارومدار ہے۔

مولانا سمیع الحق: حضرت آج ہم نے جمع کرائی ہے۔

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین صاحب آپ وہ ذرا تحریک استحقاق منگوا لیجئے پھر اس کے بعد یہ بات چلے گی وہ تو سینٹ میں کئی گھنٹے پہلے داخل کیا گیا ہے اور جب وزیر قانون صاحب کی مرضی نہ ہو تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ آج اس کو مؤخر کر دیں۔ ایسا تو کوئی رول ہی نہیں ہے۔ تحریک استحقاق کو مؤخر نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا کوثر نیازی: پوائنٹ آف آرڈر

مولانا کوثر نیازی: میرا پوائنٹ آف آرڈر اسی سے متعلق ہے بہت سمپل سا ہے میں آپ کی وساطت سے مولانا سمیع الحق سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے تحریک استحقاق بارہ بجے کیوں دی؟

(قہقہے)

مولانا سمیع الحق: اس کے بغیر یہ لوگ بات نہیں سمجھتے۔ اگر سوا بارہ ہوتی یا ساڑھے بارہ ہوتی تو پھر ان کی سمجھ میں آتی

جناب ڈپٹی چیئرمین | میں فائل منگواتا ہوں اسے دیکھتے ہیں کہ کیا بات ہے اگر چیئرمین صاحب نے کیا ہے تو میرے سامنے وہ نہیں ہے۔ ایڈجرنمنٹ موشن لے لیتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق | اس وقت سیکریٹریٹ کے منتظم بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں۔ کسی کو آگے کرتے ہیں کسی کو پیچھے کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین | مولانا سمیع الحق اگر اس بات پر ہی آپ آتے ہیں جس تحریک استحقاق کا آپ ذکر کر رہے ہیں آپ کی ۲۷ نمبر ہاؤس میں زیر بحث آچکی ہے۔ ۲۵ نمبر بھی آپ ہی کے نام پر ہے تو آپ کی پریویلیج موشن ایک ہی آسکتی ہے۔

مولانا سمیع الحق | حضرت میری پریویلیج موشن آج نہیں آئی یہ پرسوں جناب منسٹر صاحب موجود نہیں تھے یہ جمعرات کے دن کی تھی ہم نے اس دن پیش کر دی تھی آج تو ہم نے پیش نہیں کی اور وزیر صاحب نے آج جواب دینا تھا۔

مولانا سمیع الحق | ہم نے آج پیش نہیں کی ہم نے تو ۱۷ تاریخ کو پیش کی تھی۔

مولانا سمیع الحق | جناب، آپ اس کو لے لیں۔ وہ تو شریعت بل پر، پرائیویٹ ممبر ڈے کے متعلق ہے۔

مولانا سمیع الحق | ملک صاحب، تحریک استحقاق میرے پاس ہے میں اسے پڑھ کر سنا دوں گا۔

قاضی عبداللطیف | پوائنٹ آف آرڈر، تو کیا کل کے لئے یہ یقین دہانی ہے کہ یہ تحریک آجائے گی۔

مولانا سمیع الحق | کل تو اجلاس نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین | جی کل تو اجلاس نہیں ہے مگر جو بھی پوزیشن ہو گی وہ رولز کے مطابق ہی ہو گی۔

مولانا سمیع الحق | اگر آپ کی نظر سے یہ تحریک گزر گئی ہے تو آپ کیا اسے چیمبر میں کریں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین | نہیں، میری نظر سے نہیں گذری۔

مولانا سمیع الحق | اگر آپ نہیں کریں گے تو بڑے صاحب کر لیں گے۔

۱۳ اکتوبر ۸ بج کر تیس منٹ سابقہ بحث و تقریر کا تتمہ

قاضی عبداللطیف | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا سینٹ میں قانون سازی کی قواعد کے مطابق سٹینڈنگ کمیٹی سے بل کی واپسی کے بعد اگر اس کو کسی منتخبہ کمیٹی یا کسی خصوصی کمیٹی کے سپرد کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس کمیٹی کی تحریک بل کے محرک پیش کریں گے۔ پرائیویٹ شریعت بل کو خصوصی کمیٹی کے سپرد کرتے وقت بل کے محرکین کی حیثیت سے یہاں ہمارے استحقاق کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ لہٰذا سینٹ میں اس پر غور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین | مولانا سمیع الحق صاحب آپ بھی جو فرمانا چاہیں۔

مولانا سمیع الحق | میں اس کی تائید کرتا ہوں میں اس پہ بعد میں کچھ عرض کروں گا۔

مولانا سمیع الحق۔ | جناب چیئرمین صاحب، اس دن بھی ہم نے اپنی گذارشات آپ کی خدمت میں پیش کی تھیں کہ کمیٹی کو بھیجنے کا مرحلہ گزر چکا ہے۔ اور تمام تقاضے اس بل کے بارے میں جو قواعد وضوابط سے ہمیں مل سکتے تھے وہ پورے ہو چکے ہیں۔ اب اس مرحلے پہ ایک تو کمیٹی کے سپرد کرنا نیک نیتی کی علامت نہیں ہے کیونکہ بل کا پورا تجزیہ و تحلیل سارے ارکان کر چکے ہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کو سرد خانے میں ڈالنے کی ایک کوشش ہے اور جس سے صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ پوری پارلیمنٹ کا استحقاق مجروح ہوتا ہے اور مسئلہ بھی ایسا اہم ہے کہ پورے نو کروڑ مسلمانوں کا اس سے تعلق ہے۔ پوری قوم کا استحقاق اس سے مجروح ہو رہا ہے جیسا کہ قاضی صاحب نے فرمایا۔ تو اس وقت قواعد کی کتاب تو میرے سامنے نہیں لیکن ۱۷۴ دفعہ میں اس کی تصریح ہے۔ ۱۷۳ میں تو مجمل چھوڑا گیا ہے کہ وہ کمیٹی کے سپرد کر سکتی ہے لیکن ۱۷۴ میں کہا گیا ہے کہ اس پہ وہی قواعد اور قوانین لاگو ہوں گے جو قائمہ کمیٹی اور منتخبہ کمیٹی کے لئے رکھے گئے ہیں۔ تو منتخبہ کمیٹی میں صاف تصریح ہے کہ وہ رکن انچارج ہی ایسی کوئی تجویز پیش کر سکتا ہے۔ ہم نے اس دن بھی آپ سے ادب سے گذارش کی تھی کہ آپ اس نکتے کی وضاحت بھی اپنی رولنگ میں فرمائیں۔ لیکن آپ نے اس کی طرف تعرض نہیں کیا تو بظاہر یہی ہے کہ ہماری ایک بڑی حق تلفی ہوئی ہے۔ جو قواعد وضوابط سے ہمیں ایک حق مل رہا تھا اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ۱۷۴ میں اگر آپ دیکھیں تو انہی قواعد کی طرف نشاندہی کی گئی ہے جس کے ماتحت رکن انچارج ہی یہ کام، یہ تجویز پیش کر سکتا ہے۔

مولانا سمیع الحق | میں جناب وسیم سجاد صاحب سے گذارش کروں گا کہ ۱۷۴ جو ہے وہ اردو میں ایوان کو سنا دیں۔ ۱۷۴ کی پوری عبارت اردو میں سنا دیں پھر فیصلہ ایوان پر چھوڑتے ہیں۔

جناب وسیم سجاد | جناب میں نے اپنا نکتہ نظر بیان کر دیا ہے۔ یہ اگر انگریزی میں سنا دیں تو میں اردو میں سنا دوں گا۔

حاجی محمد سیف اللہ خان | کہ اس میں کسی قسم کے طریقے میں نقص واقع ہو گیا ہے وہ فرمائیں۔ تو آئین اقبال صاحب کے پاس ہے۔ میں پڑھ کر بھی سنا دوں تاکہ ریکارڈ پر آجائے۔

مولانا سمیع الحق | ۱۷۴ پڑھ کر سنائیں۔

حاجی محمد سیف اللہ خان | وہ بھی پڑھ کر سنا دیا ہے میں نے تو اس کا مکمل مطلب ۱۷۴ کا سمجھا دیا ہے۔

مولانا سمیع الحق | مطلب سمجھایا نہیں پڑھ کر سنایا ہے۔

حاجی محمد سیف اللہ خان | وہ بھی سمجھا دیتا ہوں جناب۔

مولانا سمیع الحق | مطلب کی جگہ پہ ہاتھ رکھ لئے ہیں وہ سٹینڈنگ کمیٹی کی طرف جا رہے ہیں۔ بات سلیکٹ

کمیٹی کی ہے۔ یہ کمیٹی جو بنی ہے یہ سٹینڈنگ کمیٹی نہیں۔ سلیکٹ کمیٹی ہے۔ اور ۷۴ ایں کہا گیا ہے کہ اس پہ وہی قواعد ہوں گے جو سلیکٹ کمیٹی کے ہیں مختصر جواب دے دیں لمبی تقریر نہ کریں۔

مولانا سمیع الحق | وہ پڑھ کر سنا دیں اور پھر ایوان پر چھوڑ دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین | وہ میرے پاس ہے۔

مولانا سمیع الحق | وہ سنا دیں۔

> اس سلسلہ میں مولانا سمیع الحق اور بعض مرکزی وزراء کا ایک دلچسپ مباحثہ ۲۷ ستمبر کو سات بجکر دس منٹ پر سینٹ میں ہوا۔ اس کی رپورٹ بھی سیکرٹریٹ سے موصول ہو گئی گو کہ ناقص ہے تاہم بطور ریکارڈ کی حفاظت کے شامل اشاعت ہے

مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین صاحب! آپ خود اس ایوان کے سارے حالات کو دیکھتے ہیں اور آپ اس کے محافظ ہیں کہ کوئی بل سامنے آئے تو اس کے ساتھ کس قسم کا سلوک آخر کب تک ہوتا رہے گا۔ تو اس اہم منصب پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بٹھایا ہے ہم انصاف آپ پر چھوڑتے ہیں۔ آپ سارے کھیل کو دیکھ رہے ہیں جو دو سال سے جاری ہے آج اچانک ہمارے سامنے ایک ایسی صورت حال لائی گئی ہے جس کا میرے خیال میں پارلیمنٹ کے ارکان سے یا کمیٹی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ وہ یہ کہ ترامیم تمام اراکین اپنی اپنی مرضی کے مطابق کسی بل کے بارے میں داخل کرتے ہیں سیکرٹریٹ میں۔ اب یہ کام سیکرٹریٹ کا ہوتا ہے کہ وہ تمام دفعات سے متعلق جو جو ترامیم ہیں اس دفعہ کے مطابق مرتب کر دیں۔

مولانا سمیع الحق | اور ایوان کے سامنے پیش کر دیں۔ پارلیمنٹوں میں ہمیشہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اگر کسی دفعہ میں درجنوں ترامیم آئی ہیں خواہ اس کے حق میں ہوں یا اس کی مخالفت میں ہوں۔ سینٹ یا قومی اسمبلی خود اس کو مرتب کر کے سامنے رکھ دیتی ہے۔ اب اس کمیٹی کا مقصد سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ اس بل کو ہمیشہ کے لئے سرد خانے میں ڈالا جائے جہاں تک اس پر اظہار خیال کا تعلق ہے پہلے اس کے لئے سٹینڈنگ کمیٹی بنی۔ پھر اس کے لئے منتخبہ کمیٹی بنی اور اس منتخبہ کمیٹی میں ہر مکتب فکر اور تمام خیالات رکھنے والے حضرات کو اقبال احمد خان صاحب کی صدارت میں ان کو شامل کیا گیا تھا اس کمیٹی نے بھی اس کے بارے میں اپنی رپورٹ دے دی۔ پھر صدر مملکت نے کہا کہ نظریاتی کونسل اس پر رائے دے اور نظریاتی کونسل نے بھی اپنی ترامیم بھیج دیں اس کے بعد وزراء حضرات سے ہماری گفتگو عرصہ تک چلتی رہی اور چار دن تک کابینہ کے اہم ترین وزراء ہمارے ساتھ بیٹھے رہے ہم نے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا انہوں نے ہمارا سنا۔ پھر اس کے بعد وزیر مذہبی امور اور خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے تیزی سے بدل جاتے ہیں۔ ہمارے وزیر قانون بھی نئے فضائی کو آزماتے ہیں کہ شاید وہ تیز ہوا اور اب حاجی سیف اللہ صاحب کے ہاتھ میں

دے دیا۔ اس قصاب کے ہاتھوں شاید یہ بل جلدی ختم ہوتا ہے۔ اس پر تین وزراء آئے گئے بدل گئے اور ان سے ہمارے دو دو دن مذاکرات رہے ہم نے کبھی انکار نہیں کیا اور کھلے دل سے ہم نے کہا کہ آپ خود کوئی تجاویز ہمارے سامنے رکھیں۔ اب وہی مسئلہ ہوگا جو کمیٹیوں کا انجام ہوتا ہے۔ ایک مغلیہ بادشاہ کے ہاتھوں شاید ایک دھوبی قتل ہوا شاہجہاں تھا یا جہانگیر تھا۔ وہ سخت پریشان تھا۔ اس کی بیوی دھوبن نے دعویٰ دائر کیا کہ میرا شوہر شکار میں مارا گیا ہے۔ اب اس کا کیا کیا جائے گا۔ تو حاجی سیف اللہ صاحب، میاں اقبال احمد صاحب اور وسیم سجاد صاحب ایسے وزراء کرام نے بادشاہ سلامت کو مشورہ دیا کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ نہ فیصلہ ہوگا نہ قصاص لیا جائے گا۔ اس نے کہا کیسے؟ اس نے کہا کہ ابھی ایک کمیٹی بنا دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اس کمیٹی نے اگر دھوبن کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ تو اس نے کہا کہ اس کے اوپر پھر اور کمیشن بنا دیں گے۔ اور پھر اس کے اوپر ایک تیسرا کمیشن بٹھا دیں گے۔ اور اس وقت تک دھوبن بے چاری مر جائے گی۔ قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ ایسی نوبت ہی نہیں آئے۔ کمیشنوں پر کمیشن بٹھاتے جائیں گے۔ تو حضرت یہ سلسلہ بہت افسوسناک ہے اس میں ہمیں بالکل فریق نہ بنائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اقتدار ہے۔ آپ اکثریت میں ہیں آپ جو بھی چاہیں کر سکتے ہیں۔ وقت اور حالات، قوم اور تاریخ آپ کو دیکھ رہی ہے اور آپ کا یہ کردار تاریخ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گا۔ کمیٹی کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ترامیم ہر ممبر نے داخل کی ہیں۔ سینیٹ کے ممبران بیٹھ جائیں اور ہر دفعہ کے بارے میں جو ترامیم ہیں وہ سامنے آجائیں اس کے بارے میں اچھا برا فیصلہ کرنا ایوان کا کام ہے ان کی اکثریت ہے وہ ہماری ترامیم مسترد کر دے گی اور ان کی ترامیم پاس کر لے گی۔ بل کسی انجام تک تو پہنچ جائے گا۔ آپ نے پچھلی دفعہ جیسے خود فرمایا تھا کہ اس کو اتنا نہیں لٹکایا جا سکتا۔ تو اس میں بھی آپ اس طرح رول ادا کریں اور ان سے کہیں کہ یہ تجویز واپس لے لیں تو قوم و ملک سب پر احسان ہوگا۔ اور ان کے ساتھ بات چیت میں ہم بھی کچھ پیش رفت کر سکیں گے اور کسی نتیجے پر پہنچ سکیں گے اور اگر اتنی بڑی کمیٹی بیٹھ گئی تو کیا ضمانت ہے کہ وہ کمیٹی کب فیصلہ کرے گی اور کب تک رپورٹ دے گی۔ وہ ٹائم پر ٹائم لیتی جائے گی اور بڑھاتی جائے گی اور ۱۹۹۰ء تک یہ معاملہ اسی طرح لٹکا رہے گا۔

مولانا سمیع الحق کی اس تقریر پر وزیر مذہبی امور حاجی سیف اللہ برہم ہوئے اور تقریر کی

مولانا سمیع الحق: پوائنٹ آف آرڈر

مسٹر چیئرمین: یہاں پوائنٹ آف آرڈر کی کوئی گنجائش نہیں۔

مولانا سمیع الحق: یہ اس تجویز کے دلائل پیش کر رہے ہیں پورے شریعت بل پر بحث ہو رہی ہے آپ ان کو یہ کہیں کہ اس تجویز کے دلائل پر بات کریں۔

مولانا سمیع الحق | پوائنٹ آف آرڈر

حاجی محمد سیف اللہ خان | یہ کوئی بات ہے موشن کچھ ہے اور شک کریں نیت پر اس کی اس ایوان میں اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مولانا سمیع الحق | پوائنٹ آف آرڈر

حاجی محمد سیف اللہ خان | میں بھی مسلمان ہوں اور میں حدیث VOTE کر کے کہہ سکتا ہوں۔ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ....

مولانا سمیع الحق | پوائنٹ آف آرڈر۔ پوائنٹ آف آرڈر

(مداخلت)

مولانا سمیع الحق | میں جناب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔

حاجی محمد سیف اللہ خان | یہ شرعی آپ دیکھ لیں۔ شریعت کے دعویداروں کا عمل آپ دیکھ لیں۔

قاضی عبداللطیف | اس کا معنی یہ نہیں کہ ....

حاجی محمد سیف اللہ خان | انہوں نے ہماری نیت پر حملے کئے اور ہم چپ کر کے بیٹھے رہیں۔

حاجی محمد سیف اللہ خان | جب جواب دینے کی باری آئی تو پوائنٹ آف آرڈر اٹھانے شروع کر دئے ہیں۔

مولانا سمیع الحق | ہم نے نیت پر شک نہیں کیا، بلکہ نیت پر یقین کیا ہے۔ یقین کیا ہے۔

حاجی محمد سیف اللہ خان | کوئی حد ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین | NO CROSS-TAIK PIEASE

مولانا سمیع الحق | ہم آپ کے کردار پر یقین کرتے ہیں کہ وہ غیر اسلامی ہے۔ شک کرتے تو حدیث پڑھتے ہمیں شک نہیں ہے بلکہ یقین ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین | NO CROSS-TAIK PIEASE

مولانا سمیع الحق ہمیں شریعت پر شک نہیں ہے۔ ہم ان کی نیت پر بھی شک نہیں کرتے بلکہ ہم تو یقین کرتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی حرکتیں ہیں۔ چھُرا اس کے ہاتھ میں ہے۔ قصائی شریعت بل کو ذبح کر رہا ہے ہمیں یقین ہے۔ اس پر حدیث کا اطلاق نہیں ہوتا۔

جناب چیئرمین | میرے خیال میں یہ پارلیمانی الفاظ نہیں ہیں۔

حاجی محمد سیف اللہ خان ملاحظہ فرمائیں آپ، اب بھی آپ کہتے ہیں کہ اس کی وضاحت نہ کریں۔

(بقایا صفحہ ۱۲ پر)

Adarts-HTP-3/85

جناب ابوارقم انصاری

حرمین شریفین کی حرمت بار بار پامال کرنیوالے اہلِ تشیع

تاریخ کے آئینہ میں

حرمین پاک میں حالیہ وارداتوں کا ناپاک سلسلہ

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن مجید کے مطابق حرمینِ مقدس کی بے حرمتی بھی حرام ہے اور خونِ مسلم بھی حرام ہے۔ اس وجہ سے ان دونوں حرمتوں کی پامالی کا سنگین جرم اور وہ بھی بیک وقت و بیک جا۔ اس کا کوئی مسلمان ارتکاب تو کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ایسی بنیادی حقیقت کے باوجود ۶ر ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ (۳۱ر جولائی ۱۹۸۷ء) کو ایک مرتبہ پھر ایرانی قیادت میں اہلِ تشیع نے حرم کعبہ و مسجد الحرام کی حرمت کو بھی پامال کیا اور اہلِ حرم اور مہمانانِ حرم کا خون بھی کیا۔ پھر یہ کہ دونوں حرام کام نہ صرف بیک وقت کئے گئے بلکہ عین ایام حرام میں انجام دئے گئے۔ حرمینِ پاک کی توہین و تذلیل کا یہ سلسلۂ ناپاک ۷۹ء سے ہر سال بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

پچھلے سال تو خمینی کے ایرانی کارندوں نے سارے حرمین شریفین کو بارود سے اڑانے کی جسارت بھی کر ڈالی تھی۔ پچھلے سال ۳ر ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ (۷ر اگست ۱۹۸۶ء) کو ایرانی تخریب کار اکیاون کلو (تقریباً ڈیڑھ من) دھماکہ خیز مادے کے ساتھ جدہ ایئرپورٹ پہنچے اور تلاشی پر وہیں پکڑے گئے۔ ان دہشت گردوں کا گرو حسن علی دھنوی تھا جس نے پوچھ گچھ پر اقرارِ جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ آتشگیر بارود حرمین کو تباہ کرنے کے لئے اس کی حکومت نے بھیجا تھا۔ گذشتہ سال اور اس سال کے ان گھناؤنے واقعات کی فلمیں موقع پر ہی لے لی گئی تھیں۔ اور ان دونوں فلموں کو سعودی ٹیلی ویژن پر ۴ر اگست ۱۹۸۷ء کو پوری دنیا کو دکھا دی گئیں۔ بعد میں یہی تصاویر اخبارات و جرائد میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

حرم بیت اللہ میں اسلام کے خلاف تشدد و جارحیت کی حالیہ وارداتیں ہی نہیں بلکہ ۷۹ء کے ایرانی شیعہ انقلاب سے جاری ہیں۔ فروری ۷۹ء میں خمینی انقلاب آیا اور اسی سال ۱۹ر نومبر ۷۹ء (۱ محرم ۱۴۰۰ھ) کو ایک مسلح گروہ نے حرم کعبہ اور حرمِ نبویؐ پر بیک وقت دھاوا بولا۔ حرمِ نبویؐ پر حملہ تو ناکام بنا دیا گیا مگر حرم کعبہ پر حملہ آوروں نے قبضہ کر لیا۔

بے شمار مسلمانوں کا بے دریغ قتلِ عام کیا۔ اور دیگر تمام مسلمانوں کو دو ہفتوں سے زیادہ تک عمرہ، طوافِ کعبہ اور نماز بیت اللہ سے محروم رکھا۔ مجبوراً اس غیر اسلامی گروہ کے خلاف فوجی قوت استعمال کی گئی۔ اور حرم محترم کو ناپاک قبضے سے پاک کیا گیا۔ اس کے بعد ہر سال موسمِ حج میں تقدیسِ حرمین کی مسلسل توہین و تذلیل کسی نہ کسی شکل میں جاری رہی تا آں کہ اس سال ۸۷ء میں ایک اور مسلح مہم کے ذریعہ حرم مکرم کو نشانہ بنایا گیا۔ غرضیکہ پچھلے نو برسوں میں قبضۂ حرمین کے لئے حرمتِ حرمین روندی جا رہی ہے۔ اس لحاظ سے وہ بیت اللہ الحرام جسے اللہ اور رسول ؐ نے قیامت تک دنیا بھر کے مسلمانوں کا قبلہ و کعبہ (مرکزِ اسلام) اور دارالامن قرار دیا ہوا ہے دارالفساد بنانا بالیقین بغاوت ہے۔ اللہ سے اور رسول ؐ سے۔ اسی طرح اہلِ حرم کو تہ تیغ کرنا کھلی غداری ہے، دینِ اسلام سے اور اہلِ اسلام سے۔ مختصراً یہ کہ ۷۹ء کے ایرانی انقلاب سے ہی اہلِ تشیع کے لیڈر خمینی کا اصل ہدف اسلام اور مرکزِ اسلام کی غاصبانہ تسخیر اور تباہی ہے۔ ان تازہ ترین حقائق کے علاوہ اہلِ تشیع اور خمینی کے مذموم مقاصد کے دستاویزی ثبوت مزید تاریخی تناظر کے ساتھ اگلی سطور میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مرکزِ اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف سازشوں کا تاریخی تسلسل

"تاریخ شاہد ہے کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قائم کردہ مضبوط و مستحکم اسلامی مملکت حضرت عثمان رضؓ کے درخشاں دورِ خلافت میں عروج پر پہنچ کر بیرونی حملوں کے لئے ناقابلِ تسخیر بن چکی تھی۔ لہٰذا عیّار یہود نے اس عظیم اسلامی ریاست کو اندرونی طور پر سبوتاژ کرنے کی سازش کی۔ اس مقصد کے لئے یہودی دماغ ابن سبا نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شیعیت کو جنم دیا۔ تاکہ ملتِ اسلامیہ کو داخلی انتشار و خلفشار سے تہکار کیا جا سکے۔ بالفاظ دیگر شیعہ مذہب کی پیدائشی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ اندر سے نہ صرف مرکزِ اسلام کو درہم برہم کیا جائے بلکہ اہلِ اسلام کو بھی تتر بتر کر دیا جائے۔ اس گہری اور ہمہ گیر سازش کے ساتھ ابن سبا یہودی نے ملکِ حرمین میں فتنہ و فساد، مسلمانوں کی خونریزی اور حرم نبوی ؐ کی بے حرمتی سے شیعی مشن کا آغاز کیا۔ جو آج بھی جاری ہے۔ اب اس تاریخی تسلسل کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ اس آئینہ میں شیعیت کا روپ و بہروپ صاف دیکھ لیا جائے۔

۱۔ شیعہ مذہب کے بانی ابن سبا یہودی نے اسلام کے خلاف اولین چال یہ چلی کہ قرآن کی معین تعریف "اہلِ بیت" (امہات المومنینؓ) کے صریحاً منافی رسولِ اکرم ؐ کے نسبی رشتہ داروں کو "اہلِ بیت" کہنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے اپنے خود ساختہ اہلِ بیت کو صحابہ کرام رضؓ کے زمرے سے الگ ایک جداگانہ طبقہ ظاہر کیا۔ اس کے بعد سنت کے قطعی خلاف اس شیعہ اول نے اپنے نام نہاد جداگانہ طبقے کی فضیلت و افضلیت کا پروپیگنڈہ کیا۔ پھر بڑے پیمانے پر بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان باہمی نفرت و منافرت کا چکر بھی چلا دیا۔ دریں اثنا اس مکار منافق نے امیر المومنین حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے مابین غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور امام الوقت ذوالنورین رضؓ کے خلاف بہتان طرازی کا طوفان

کھڑا کر دیا۔ غرضیکہ فریب و فراڈ کے ان مختلف ہتھیاروں کے ساتھ بابائے شیعیت کا یہودی النسل شیعہ ٹولہ خلافت عثمان رض پہ شب و روز شب خون مارتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اسلام کے خلاف اپنی اولیں سازش کے حتمی ہدف پہ پہنچ گیا۔ بالآخر ان شیعہ شیاطین نے دامادِ رسول ﷺ حضرت عثمان رض کو حرم نبوی ﷺ میں اور عین ماہِ حرام (ذوالحجہ ۳۵ھ) میں نہایت درندگی و سفاکی سے شہید کر دیا۔ اس طرح اہلِ تشیع نے پیدا ہوتے ہی قرآن و سنت کے خلاف بیک وقت حرمِ رسول ﷺ کی کھلی بے حرمتی کی۔ ماہِ حرام کی حرمت بھی پامال کی۔ اور خونِ مسلم جیسی حرام کاری بھی کی۔ مختصراً یہ ہیں حرام در حرام کے وہ سیاہ ترین اعمال اور سنگین جرائم جو ابتداء سے لے کر آج تک ہمیشہ ہی شیعوں کا شیوہ رہے ہیں۔

۲۔ اگلے دورِ خلافت علی رض میں قاتلانِ عثمان رض نے مرکزِ اسلام کو مزید منہدم کرنے کے لئے اپنی منافقانہ مہم کو تیز تر کر دیا۔ مسلمانوں کے بھیس میں ان منافقوں نے بہت بڑے پیمانے پر سیاسی افراتفری پھیلائی۔ اور پہلے سے پیدا کردہ نفاق و افتراق کی آگ شدت سے بھڑکائی۔ تاکہ مسلمانوں کے مابین پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں آگے چل کر خود بخود باہمی جنگ و جدال تک پہنچ جائیں۔ اتحادِ ملت کو پارہ پارہ کرنے والے ایسے خطرناک حالات ابھارنے کے بعد ان چالبازوں نے حضرت علی رض کو مجبور کر دیا کہ وہ مرکزِ خلافت یعنی مدینۃ النبی ﷺ کو چھوڑ دیں اور باہر سے اصلاحِ حال انجام دیں۔ صورتِ حال کو درست کرنے کے لئے اگرچہ حضرت علی رض نے اپنی دانست میں ہر تدبیر اختیار کی۔ تاہم مفسدین (قاتلانِ عثمان رض) نہ صرف سزا سے بچ نکلے بلکہ ملک کے چاروں اطراف جا پہنچے تاکہ اگلے مرحلہ میں ملک گیر تخریب کاری اور مسلمانوں کا قتلِ عام کر سکیں۔

بہرکیف اسلام سے بغض و عداوت رکھنے والے اہلِ تشیع نے سیاسی اختلافات کی آڑ لے کر مختلف شورشیں شروع کر دیں اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کے درمیان پے در پے تین خانہ جنگیاں (جنگِ جمل، جنگِ صفین، اور جنگ نہروان) بھی بپا کرا دیں۔ اس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ عظیم گلشنِ ملت کو اجاڑ دیا گیا اور آخر میں خلیفۂ وقت حضرت علی رض کو ۴۰ھ میں شہید کر دیا گیا۔ غرضیکہ پانچ سال کی مختصر میں ابنِ سبا یہودی اور اس کے چیلوں نے لبادہ اسلام میں اہلِ اسلام اور مرکزِ اسلام کو بڑی حد تک مسمار کر ہی ڈالا۔

۳۔ شہادتِ سیدنا عثمان رض سے لے کر شہادتِ سیدنا علی رض تک کے ناقابلِ تلافی ملی نقصانات کے بعد ہر چند کہ مسلمان مرضِ شیعیت کی تشخیص کر چکے تھے تاہم وہ اس مرض کا مداوا کرنے کے لئے خوب سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہتے تھے۔ قبل اس کے کہ اہلِ اسلام کوئی اقدام کرتے، اہلِ تشیع نے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ اور وہ یہ کہ منصب خلافت کو گروہی و نزاعی مسئلہ بنا دیا۔ اس نازک موقع پر بلا توقف اور بر وقت حضرت حسن رض نے ملی مفاد میں "تازہ سازش کا قلع قمع کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا۔ انہوں نے فوری فیصلہ فرمایا کہ سازش کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ ملی تفریق و تقسیم کے عمل کو ختم کر دیا جائے۔ اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کو بحال کیا جائے۔ ان اعلیٰ مقاصد کی خاطر حضرت حسن رض نے

عظیم اپنا رکیا۔ اور حضرت معاویہ رضؓ جیسے مردِ مسلمان و مردِ آہن کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ اس طرح انہوں نے ہمیشہ کے لئے ایک روشن مثال قائم کرکے نہ صرف شیعہ نقاب پوشوں کو بے نقاب کیا اور مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا بلکہ اتحادِ ملی مکمل بحال کرکے وقت کا بہترین قائدِ امت بھی فراہم کردیا۔ ایسے تاریخ ساز اقدام سے چونکہ اہلِ تشیع بالکل ننگے ہوچکے تھے، اور شکست کھا چکے تھے، اس لئے زیرِ زمین چلے گئے مگر موقع نکال کر انہوں نے محسنِ ملت حضرت حسن رضؓ کو ان کے لاثانی کارنامے کی پاداش میں خاموشی سے زہر دے کر حرمِ نبویؐ میں (حسبِ سابق) شہید کردیا۔ البتہ قاتلانِ حسن رضؓ اس اجتماعی و سیسہ پلائی دیوارِ ملت میں کوئی شگاف نہ ڈال سکے جس کی بنیاد حضرت حسن رضؓ نے رکھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ کی بیس برسوں کی مضبوط خلافت (۴۱ھ تا ۶۰ھ) کے دوران نہ صرف داخلی طور پر مسلم اتحاد انتہائی مستحکم ہوا اور مرکزِ اسلام کا پیدائشی دشمن قطعی ناکام و نامراد ہوا بلکہ خارجی طور پر بھی مملکتِ اسلامیہ کی بڑی وسعت ہوئی۔ اور بحر و بر دونوں پر طاقت ور حکمرانی قائم ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیس سالہ خلافتِ معاویہ رضؓ کی کامیاب داخلی و خارجی پالیسیوں اور حکمتِ عملی نے ایک طرف تو سازشی عناصر کو سر نہ اٹھانے دیا اور دوسری طرف اسلام کی عظمت و شوکت کا پرچم ساری دنیا میں بلند و بالا کردیا۔ اس تاریخی حقیقت کے ساتھ دوسری تلخ حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت معاویہ رضؓ کا انتقال ہوتے ہی دبکے ہوئے سانپ بچھو اپنے بلوں سے باہر نکل آئے۔ اور ایک بار پھر حسبِ معمول جسدِ اسلام و اسلامیان کو ڈسنے اور ڈنگ مارنے لگے۔

۴۔ خلافتِ معاویہ رضؓ کے اختتام پر اہلِ تشیع اپنے مذہبی اصول تقیہ پر عمل کیا اور بیعت کے بہانے حضرت حسین رضؓ کو مسکنِ مکہ ترک کرنے اور کوفہ پہنچنے کا پیغام دیا۔ اس حوالے سے مکہ مکرمہ میں موجود حضرات حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ عبداللہ بن عمر رضؓ۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضؓ اور ابن عباس رضؓ جیسے جید صحابہ کرام رضؓ نے حضرت حسین رضؓ کو حرمِ بیت اللہ چھوڑنے سے روکا۔ اور پسِ پردہ سازش سے خبردار کیا۔ لیکن کوفیوں کا آیا ہوا گروہ کسی نہ کسی طرح حضرت حسین رضؓ (بمعہ اہل و عیال) کو اپنے ساتھ مکہ سے لے گیا۔

مکہ معظمہ سے مقامِ قادسیہ تک حضرت حسین رضؓ نے حالات کا بغور مشاہدہ کیا۔ جس کی روشنی میں یہ حکمتِ عملی اپنائی کہ وہاں سے راہ کوفہ کی بجائے راہِ دمشق اختیار کرلی۔ انہوں نے حتمی فیصلہ فرمایا کہ اپنے بڑے بھائی حضرت حسن رضؓ کی اتباع میں وحدتِ امت کو بکھرنے سے بچایا جائے۔ مسئلہ خلافت پر اجماعِ ملت قائم کیا جائے۔ ملی مرکزیت کا تحفظ کیا جائے اور دمشق پہنچکر اپنے رشتے کے ماموں یعنی خلیفۂ وقت یزید بن معاویہ رضؓ سے براہِ راست بات چیت کرلی جائے اس مثالی راہِ عمل سے روکنے کے لئے ہمسفر کوفی جتھے نے بڑی منت سماجت کی مگر ناکامی ہوئی۔ بس پھر کیا تھا ان سامھ شر پسندوں نے اپنا پرانا حربہ استعمال کیا یعنی یہ کہ قافلے میں پہلے اختلافی فضا پیدا کی، پھر سر پھٹول مچائی اور ہنگامہ

آرائی کی اور آخر میں حضرت حسین رضؓ کو مقام الطف (کربلا) پر ۶۱ھ میں شہید کردیا۔ بعدازاں ان شیعہ قاتلوں نے جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ قتلِ حسین رضؓ کا الزام خلافت یزید بن معاویہ رضؓ پر ڈال دیا اور خود تقیہ کے تحت ماتمِ حسین رضؓ کرنے لگے تاکہ تمام مسلمان بالعموم دھوکہ کھاجائیں۔ اور بنو ہاشم بالخصوص خلافت بنو امیہ کے خلاف نفرت میں مبتلا ہوجائیں اس طرح ہاشمی اور اموی مسلمانوں کے مابین رنجش و چپقلش کی پرانی سازش جس کی سرکوبی حضرت حسن رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ نے مل کر کی تھی۔ دوبارہ سر اٹھانے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ خلافت بنوامیہ کے خلاف کوئی سازش میں ایرانی بھی شامل ہوگئے۔ اور بالآخر تمام منافقین نے مل کر بنو ہاشم کے نام پر خلافِ وقت سے بغاوت کا آغاز خراسان سے کردیا۔ اور ۱۳۲ھ تک خلافت بنوامیہ کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔

۵۔ جب خلافت بنوامیہ کے خاتمہ پر ۱۳۲ھ میں خلافت بنو ہاشم یعنی خلافت بنوعباس قائم ہوئی۔ تو انہی داخلی دشمنوں نے اس کی جڑیں بھی حسبِ معمول کاٹنی شروع کردیں کیونکہ شیعیت کا اصل مقصد تو روزِ اول سے ہی بہرصورت اہلِ اسلام اور مرکزِ اسلام کو سبوتاژ کرنا تھا۔ اس مرتبہ نہ صرف یہ کہ خلافت بنوعباس کے خلاف بغاوت کی گئی بلکہ اس کے مدمقابل ایک الگ متوازی حکومت بھی بنائی گئی۔ یہ شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) ۲۹۷ھ میں شمالی افریقہ میں بنائی گئی۔ جو ۳۸۶ھ تک مصر و شام و حجاز اور یمن تک پھیل گئی۔ اسی دوران ۳۱۷ھ میں اہلِ تشیع نے ابو طاہر قرمطی کی قیادت میں حرم کعبہ پر حملہ کیا اور یہ حملہ عین موسمِ حج میں کیا گیا۔ انہوں نے حجاج کرام کو قتل کیا۔ بیت اللہ الحرام کے دروازے توڑ دیے۔ میزابِ رحمت گرا دیا۔ غلافِ کعبہ نوچ پھینکا۔ اور حجرِ اسود کو اکھاڑ ڈالا۔ ان بدطینت شیعوں نے بیک وقت تین حرمتوں کی کھلم کھلا بےحرمتی کی یعنی یہ کہ حرمت مسجد الحرام، حرمتِ ایام حرام اور حرمت خونِ مسلم کو ایک ساتھ پامال کیا۔ تاریخ کی اس شہادت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام سے بغض و عناد میں تمام تخریب کاریوں کی طرح ابو طاہر قرمطی کے ہاتھوں توہین و تذلیلِ حرم کا سلسلہ جہاں ماضی میں شیعہ اول ابن سبا یہودی سے جڑا ہوا ہے۔ وہیں وہ سلسلہ دورِ حاضر کے خمینی تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ اس ضمن میں مزید تاریخی شہادتیں اگلی سطور میں ترتیب وار پیش کی جارہی ہیں۔

۶۔ مذکورہ بالا شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) کا چھٹا حکمران ایک انتہائی بدقماش شخص الحاکم بنا جس نے ۳۸۶ھ میں مصر میں اقتدار سنبھالا۔ اس نے اپنے معتمد و مقرب ابوفتوح کو ایک انتہائی مذموم منصوبہ دے کر مدینہ منورہ بھیجا۔ منصوبہ یہ تھا کہ حرمِ نبویؐ کی حرمت کو اس طرح روندا جائے کہ حجرۂ رسولؐ اور جسدِ رسولؐ کی بےحرمتی بھی ہوجائے مطلب یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم و مقدس حجرے میں موجود آنحضورؐ اور ان کے پہلو میں مدفون شیخین (حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ) تینوں کے اجسامِ اطہر کو نکال باہر کیا جائے۔ اس ذلیل مہم پر ابوفتوح مدینہ طیبہ تو پہنچ گیا۔ مگر بہت خائف و خوفزدہ رہا۔ اس حال میں وہ الحاکم کے تفویض کردہ منصوبے پر عمل کرنے کی ہمت و جرأت نہ کرسکا

اور مدینۃ الرسولؐ سے ناکام و نامراد ہو کر کہیں اور چلا گیا۔

۷۔ اسی عبیدی فاطمی دورِ حکومت میں پھر وہی توہین حرم کی سازش کی گئی۔ اس بار ۱۱۴۱ھ میں حلب کے چالیس شیعہ تخریب کار اسی گندی و گھناؤنی اسکیم کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے۔ تاکہ حجرۂ نبویؐ کے اندر تینوں قبورِ اطہر اور اجسام اقدس کی تذلیل کی جائے۔ اس ذلیل پروگرام کی خبر جب مسجدِ نبویؐ کے رئیس الخدام شیخ شمس الدین صواب کو ہوئی تو وہ ہوشیار اور منتظر رہے۔ ایک رات پچھلے پہر کو وہ بدبخت چالیس کا ٹولہ مسجدِ نبوی تک ضرور پہنچا لیکن قبل اس کے کہ وہ ٹولہ حجرۂ انور تک بڑھے خود بخود زمین دوز ہو گیا۔ یعنی شیخ صواب کے سامنے اس ٹولے کو زمین نے نگل کر جہنم رسید کر دیا۔

۸۔ اگلی صدی یعنی چھٹی صدی ہجری میں خلافت بنو عباس کو ایک مجاہد اسلام نور الدین زنگیؒ میسر آ گیا۔ تو اسلام کی سیاسی مرکزیت کو طاقت و تقویت حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں اس مردِ مومن کی قوت و ہمت نے سارے یہود۔ آل یہود (اہل تشیع) اور عیسائیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ بر سر زمین شکست خوردہ اس تکڈم نے اپنے انتقام کی پیاس بجھانے کے لئے زیر زمین ایک مشترکہ پلان بنایا۔ ان کا پُر خباثت پلان ۵۵۷ھ میں یہ بنا کہ مدینہ طیبہ میں آں حضرتؐ کی آرام گاہِ اکرم کے زیر زمین نقب زنی کی جائے اور خاتم النبیینؐ اور ان کے دونوں تابعینؓ کے اجسام مبارک کے ساتھ گستاخی کی جائے۔ اس پلان کے مطابق دو نصرانیت یا فتہ تخریب کار ایام حج میں مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد نبویؐ کے قریب ترین مقام پر قیام کر کے وہاں سے حجرۂ نبوی تک خفیہ سرنگ بنانے لگے۔ در ایں اثنا نور الدین زنگی خواب میں سرورِ کائنات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضورؐ نے ان کو خواب میں نہ صرف دشمنوں کی کارروائی سے مطلع فرمایا بلکہ دونوں تخریب کار چہرے بھی دکھا دئے۔ آنکھ کھلتے ہی مردِ مومن نور الدین زنگی حرم نبوی کی جانب روانہ ہو گیا۔ اور ٹھیک اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے نقب زنی کے لئے سرنگ نکالی جا رہی تھی۔ انہوں نے دونوں ملعون نقب زنوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور فوراً سر کٹا دیا۔ یوں نور الدین نے طاغوت کا منصوبہ مٹی میں ملا دیا۔

۹۔ مردِ مومن نور الدین زنگی کی ۵۶۹ھ میں وفات کے بعد ان کے اسلامی مشن کو مردِ مجاہد صلاح الدین ایوبی نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ غازی صلاح الدین ایوبی نے ایک طرف تو ۵۶۷ھ میں سازشی شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) کو ختم کر کے خلافت بنو عباس میں شامل کر دیا۔ اور دوسری طرف ۵۸۳ھ میں قبلۂ اول بیت المقدس کو یہودی عیسائی قبضہ سے پاک کر دیا۔

مختصراً یہ کہ عظیم مردِ مجاہد غازی صلاح الدین ایوبی نے مختصر مدت میں یہ عظیم تاریخی کارنامہ انجام دیا کہ شیعیت یہودیت اور عیسائیت کے طاغوتی تکڈم کو ایک ساتھ پاش پاش کر دیا۔ اور مرکزِ اسلام، اہل اسلام اور مقدس مقامات اسلام کو اغیار کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔ اس غازیِ اسلام (متوفی ۵۸۹ھ) نے سرکشوں کے کس

بل نکال کر ایسا سرنگوں کیا کہ برسوں بعد تک ان مخالفینِ اسلام کی کمر ٹوٹی رہی۔

۱۰۔ خلافت بنو عباس ۶۵۰ھ تک پوری دنیا میں علمی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے عروج پر پہنچ چکی تھی جسے منافقین بھلا کب برداشت کر سکتے تھے۔ لہٰذا دنیا کی قوی ترین مسلم خلافت کو تباہ کرنے کی خاطر اہل تشیع کے دو شاطر دماغ ابن علقمی اور نصیر طوسی نے اسلام کے بدترین دشمن تاتاریوں کے سردار ہلاکو خان سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ اس تخریبی چال کے نتیجہ میں خونخوار ہلاکو خان پوری شیعہ قوم کی مدد سے ۶۵۶ھ میں خلافت عباسیہ پر حملہ آور ہوا۔ اس طرح شیعہ ہلاکو، ملی بھگت نے لاکھوں مسلمانوں کا قتلِ عام کیا۔ خلیفہ معتصم باللہ کو ذبح کیا۔ دینی و علمی مراکز کو خاکستر کیا اور دنیا کی عظیم ترین خلافت عباسیہ کو تہس نہس کر دیا۔

مختصراً یہ کہ دنیا کی مسلم تہذیب و تمدن، مسلم مرکزیت اور اسلامی خلافت جو اپنے نقطہ عروج پر تھی اہل تشیع کے ہاتھوں نیست و نابود ہو گئی۔

۱۱۔ زوالِ خلافت عباسیہ (۶۵۶ھ) کے جلد ہی بعد مسلم مرکزیت کا احیاء ۶۸۷ھ میں ہو گیا۔ جب خلافت عثمانیہ وجود میں آئی۔ عالمی سطح پر خلافت عثمانیہ تقریباً سات سو سال کے طویل عرصہ تک قائم رہی۔ حالاں کہ یہ مرکزی مملکت اسلامیہ ان سات صدیوں میں بیک وقت تین براعظموں یعنی یورپ، ایشیا اور افریقہ پر چھائی رہی۔ اور اس کے زیرِ اثر دنیا کے تمام اہم بحر و بر رہے۔ پھر بھی یہ مستحکم خلافت مسلسل اغیار کے نرغے میں زک اٹھاتی رہی۔ بالخصوص ایران کی تمام شیعہ حکومتیں یعنی صفوی، قاچاری اور پہلوی حکومتیں یکے بعد دیگرے خلافت عثمانیہ کے خلاف نہ صرف گونا گوں ریشہ دوانیوں اور چیرہ دستیوں میں شامل رہیں بلکہ باقاعدہ محاذ آرائیاں اور جنگی کارروائیاں بھی کرتی رہیں۔ آخر میں دشمنانِ اسلام نے ترپ کا پتا استعمال کیا اور داخلی بغاوت کے ذریعہ نہ صرف عالمی خلافت کو غارت کر دیا بلکہ دنیا سے خلافت کا نام و نشان ہی غائب کر دیا۔ ۱۳۴۲ھ یعنی ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کی قانوناً تنسیخ کر دی گئی جس کی وجہ سے تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ رونما ہوا کہ مسلمانوں کا مرکزی ادارہ خلافت صفحۂ دنیا سے پہلی مرتبہ مٹا دیا گیا۔

۱۲۔ صدیوں پر محیط مرکزی خلافت کے سانحۂ دنیائے اسلام کا دوسرا دفاعی مورچہ ہمیشہ برصغیر جنوبی ایشیا رہا۔ اس قلعۂ اسلام میں بھی رخنے ڈالنے اور یہاں بھی غلبۂ اسلام کو غتر بود کرنے کے لئے شیعہ منافقین اپنے کرتوت اور کارستانیوں میں لگاتار لگے رہے۔ اختصار کی خاطر اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس خطۂ مسلم پر بھی بیرونی اور اندرونی، دونوں طرح کی یلغار جاری رہی۔ مثلاً اگر بیرونی طور پر نادر شاہ ایرانی اور تیمور لنگ جیسے غارت گر یورشیں کرتے رہے۔ تو اندرونی طور پر میر جعفر اور میر صادق جیسے غدار شب خوں مارتے رہے۔ بقول شاعر ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن　　　　ننگِ ملت، ننگِ دیں، ننگِ وطن

بہرکیف برصغیر جنوبی ایشیا میں بھی صدیوں غلبۂ اسلام شیعوں کی شیطنت کی نذر ہو گیا۔ اور ۱۸۵۷ء میں اغیار کے ہاتھوں مغلوب ہو گیا۔ اس کے بعد حسب مذکورہ بالا سانحہ خلافت عثمانیہ (۱۹۲۴ء) بھی رونما ہو گیا۔ تو اس دوہرے حادثہ نے ملت مسلمانانِ عالم کو منتشر و منتفرق کر کے رکھ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے خلافت عثمانیہ کے زیر اثر برصغیر کی مسلم حکومت زیر کی گئی اور پھر خاتمۂ خلافت کے ذریعہ دنیا کی بقیہ مسلم حکمرانی کئی ٹکڑیوں میں بانٹ دی گئی۔

اسرائیل کی ناجائز ولادت اور سیاسی سازشوں کا نیا دور

۱۔ اگرچہ ۱۹۲۴ء میں عالم اسلام کا مرکزی ادارہ خلافت مسمار کیا جا چکا تھا اور اہلِ اسلام چھوٹے چھوٹے علاقوں، خطوں، اور ملکوں میں تقسیم کئے جا چکے تھے۔ پھر بھی یہود اور آلِ یہود اپنی سیاسی بساط شطرنج پر ان بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اردب میں لینے اور مکمل مات دینے میں مصروف رہے۔ اس سازشی پس منظر کے باوجود ۱۹۴۷ء میں دنیا کے نقشہ پر وقت کا سب سے بڑا مسلم ملک پاکستان نمودار ہوا۔ چنانچہ پوری عالمی یہودیت حرکت میں آگئی۔ اور اس کے دونوں عالمی مہروں یعنی امریکہ اور روس کے اتصال سے اگلے ہی سال ۴۸ء میں مسلمانوں کی اہم سرزمینِ فلسطین پر "اسرائیل" کا ناجائز تولد ہو گیا۔ اس نئی ونادرچال کا مقصد یہ تھا کہ اسرائیل اور ایران مل کر ایک طرف تو پاکستان کے پرخچے اڑا سکیں اور دوسری طرف مسلم مشرق (بشمول حرمین شریفین) پر بالادستی حاصل کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ دو سال کے اندر ۵۰ء میں جہاں اسرائیل اور ہندوستان کے مابین سفارتی تعلقات استوار ہو گئے۔ وہیں اسرائیل اور ایران میں ایک دوسرے کے سفارتی مشن قائم ہو گئے۔

اس طرح پوری امت اسلامیہ کے خلاف یہود، آلِ یہود (اہلِ تشیع) اور ہنود کا نیا تکون وجود میں آیا اور یہ تکون یا تگڈم عالمی طاقتوں (امریکہ اور روس) کی اعانت سے آج تک برسرِ عمل ہے۔ حسب پروگرام اسرائیل نے مشرق اوسط کے مسلم ممالک سے پنجہ آزمائی شروع کر دی۔ اور ۵۶ء تک اپنی ناجائز زمین میں اضافہ کر لیا۔ اس کے بعد اسرائیل نے ۶۷ء میں مسلمانوں کے قبلۂ اول (بیت المقدس) پر بھی قبضہ کر لیا۔ مگر پھر بھی اس کا توسیعی منصوبہ جاری رہا۔ ایک جانب اگر اسرائیل پیہم مسلم عرب کے خلاف برسرِ جنگ رہا۔ تو دوسری جانب ایران تیل کا ایندھن اسرائیل کو مسلسل فراہم کرتا رہا۔ جب ۷۹ء میں خمینی نے ایرانی اقتدار سنبھالا تو ایران و اسرائیل تعلقات مزید مستحکم ہو گئے۔ ۸۰ء میں ایران کو اسرائیل نے جدید اسلحہ فراہم کرنے کا آغاز کیا تاکہ ایران "اسلام" کے نام پر اسلامی بلادِ عرب کو زیر و زبر کر سکے۔

اسی بنا پر ایران ۸۰ء میں ہی عراق سے برسرِ پیکار ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد اسرائیل بھی عراق کی ایٹمی و جوہری تنصیبات پر حملہ آور ہوا۔ ایران کو اسرائیلی ہتھیاروں کی فراہمی آج تک جاری ہے۔ اور ایران اپنے آقا کے لئے پورے عرب کو ہتھیانے پر تلا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لبنان میں بھی اسرائیلی پشت پناہی کے ساتھ ایرانی گماشتے (امل ملیشیا وغیرہ) فلسطینی مسلمانوں کو ذبح کرتے رہے ہیں۔ غرضیکہ ۴۸ء سے ہی اسرائیل اور ایران کا مشترکہ منصوبہ یہ ہے کہ مسلم عرب (بالخصوص حرمین مقدس) کا جلد تیا پانچا کر دیا جائے۔

۲ - ادھر پاکستان میں بھی اغیار کی ٹھیک وہی سازشی سیاست کارفرما رہی۔ قیام پاکستان ۴۷ء کے صرف آٹھ سال بعد ہی ۵۵ء میں ایک سازش کے ذریعہ شیعہ کارندہ سکندر مرزا ملک کا سربراہ بن بیٹھا جس نے صرف تین سال (۵۵ تا ۵۸ء) کی مختصر مدت میں پاکستان پر چار ضرب کاری لگائے۔ اولاً یہ کہ پاکستانی صوبہ بلوچستان کی ریاست قلات کے خلاف جارحانہ اقدام کیا۔ کیونکہ وہاں عرصہ دراز سے شرعی قوانین نافذ تھے۔ دوسرے یہ کہ اسی پاکستانی صوبہ بلوچستان (ملحقہ ایران) کا ایک بڑا سرحدی رقبہ جو تیل کی دولت سے مالامال تھا، ایران کے حوالے کر دیا۔ تیسرے یہ کہ پاکستان کا اسلامی آئین ۵۶ء منسوخ کر دیا اور چوتھے یہ کہ ایرانی النسل نصرت بھٹو کے شوہر ذوالفقار بھٹو کو وزیر بنا دیا۔ جس نے آگے چل کر دوسرے شیعہ سربراہ مملکت آغا یحییٰ کے مشن کو مکمل کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اور ۷۱ء میں بالآخر پاکستان کو ان دونوں نے دو ٹکڑے کر دیا۔ چونکہ اس وقت کی سب سے بڑی اسلامی مملکت نہ صرف سارے اسلامیان عالم کے لئے مضبوط دفاعی ڈھال اور دین اسلام کے لئے مضبوط قلعہ کا درجہ رکھتی تھی بلکہ حرمین شریفین کے لئے بھی حفاظتی حصار کا مقام رکھتی تھی لہٰذا دشمنان اسلام نے یہ سکیم بنائی کہ پاکستان کو اندرونی خانہ جنگی اور بیرونی حملے کا بیک وقت نشانہ بنایا جائے تاکہ چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان اسے پیس دیا جائے۔

۷۱ء میں یہی کچھ ہوا، آغا یحییٰ اور ذوالفقار بھٹو نے مل کر پاکستانی اکثریت کے منتخب کردہ نمائندے مجیب الرحمٰن کو اقتدار سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس ظلم زیادتی کے خلاف حسب توقع مجیب الرحمٰن کے حلقۂ انتخاب مشرقی پاکستان میں زبردست سیاسی احتجاج شروع ہو گیا۔ اور طے شدہ پروگرام کے مطابق یحییٰ اور بھٹو نے وہاں فوجی کارروائی کے ذریعے نہ صرف خانہ جنگی بپا کر دی بلکہ ہندوستان کو بھی بالواسطہ دعوت دی کہ وہ حرکت میں آجائے اور موقع سے فائدہ اٹھا کر حملہ کر دے۔ جواباً ہندوستان نے وہی کیا اور مشرقی پاکستان کو یکدم مغربی پاکستان سے جدا کر دیا۔ بالآخر ایک ہی تیر سے دو شکار کر لئے۔ پاکستان آدھا رہ گیا اور بچا کھچا مغربی پاکستان (ملحقہ ایران) آئندہ ایران کے لئے ایک لقمۂ تر بنا دیا۔

اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ یحییٰ نے بچے کھچے پاکستان کا اقتدار ناجائز طور پر بھٹو کے حوالے کر دیا۔ اور بھٹو نے اعلان کیا کہ "نئے پاکستان" کا بڑا بھائی ایران ہے۔ بعدازاں شاہ ایران کے اشارے پر بھٹو نے پاکستانی صوبہ بلوچستان (ملحقہ ایران) میں فوجی کارروائی کی تاکہ وہاں ایران موقع نکال کر قبضہ جما لے۔ مگر بلوچی مسلمانوں نے اس شیعہ سازش کو ناکام بنا دیا۔ پھر ۷۷ء میں پوری پاکستانی قوم نے بھٹو کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ تو جنرل ضیاء الحق کے لئے موقع فراہم ہو گیا۔ جب ۷۷ء سے صدر ضیاء الحق نے ٹوٹے پھوٹے پاکستان کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر کا اعلان کیا۔ اگرچہ عملاً وہ اس کے برعکس چلتا رہا۔ پھر بھی یہود اور آل یہود (اہل تشیع) نے آج ۸۷ء تک واویلا مچا رکھا ہے۔ ایک ہدف تو یہ ہے کہ پاکستان کا اسلامی تشخص مٹا کر اسے پانچ قومیتوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور دوسرا محاذ یہ ہے کہ پاکستان کی مادی و دفاعی قوت کو مفلوج کر دیا جائے

مثلاً ایک طرف تو شیعہ شاعر رئیس امروہی کی غدارانہ آواز کہ "پنجتن کی قسم پاکستان میں پانچ قومیتیں ہیں" (جنگ کراچی ۵ ستمبر ۸۶ء) نے پوری تحریک کھڑی کردی۔ تو دوسری جانب شیعہ صحافی مشاہد حسین نے جوہری اور اٹمی توانائی پروگرام کو سبوتاژ کرنے کے لئے مارچ ۸۷ء میں عالمی اسکنڈل کھڑا کر دیا تاکہ کچلے ہوئے پاکستان کا مزید کچومر نکال دیا جائے۔

المختصر، پاکستان کے خلاف روزِ اول سے سازش یہ جاری ہے کہ اس عظیم مسلم ملک کو دنیا کے اہلِ اسلام اور مرکزِ اسلام (حرمین شریفین) کا محافظ بننے سے بہرصورت باز رکھا جائے۔

جدید ایران و اسرائیل کا یکساں وحتمی ہدف۔ حرمین شریفین

سطور بالا میں پچھلی چودہ صدیوں کا جو مختصر تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے وہ یہودیت اور شیعیت کے بنیادی حقائق کو بیک نظر واضح کر دیتا ہے اولاً یہ کہ مذہب شیعہ کا بانی مبانی ابن سبا یہودی تھا۔ دوسرے یہ کہ ابن سبا کے نطفے شیعیت نسلاً اور اصلاً وہی یہودیت ہی ہے تیسرے یہ کہ اس رشتے سے یہود اور آلِ یہود (اہل تشیع) دونوں ہی اسلام کے خلاف گذشتہ چودہ صدیوں سے مسلسل تخریب کاری کرتے رہے ہیں۔ اور چوتھے یہ کہ اسی دیرینہ نسبت سے نہ صرف شیعیت اور یہودیت کا نصب العین ایک ہے بلکہ عصر حاضر کے ایران اور نوزائیدہ اسرائیل کا حتمی ہدف بھی یکساں ہے۔ البتہ جب وہ عالمی خلافت عثمانیہ جو دنیا کی سپر پاور بھی تھی اور دنیا کے تمام مسلمانوں کا سیاسی مرکز و محور بھی تھی درہم برہم کردی گئی۔ اس کے بعد بھی یہود اور آلِ یہود نے اپنا حتمی ہدف مسلمانوں کا "روحانی مرکز" بنایا۔ اسی غرض سے نئی حکمت عملی کے تحت پہلے مرحلے میں اسرائیل نے جنم لیا۔ دوسرے مرحلے میں اسرائیل نے ایران کی بالواسطہ اعانت سے مسلمانوں کے قبلۂ اول (بیت المقدس) پر قبضہ کیا اور پھر تیسرے اور آخری مرحلے میں یہ دونوں ممالک مرکزِ اسلام یعنی حرمین شریفین پر تسلط کے لئے ہر ابلیسی حربہ استعمال کرتے رہے ہیں۔

۱۹۴۸ء میں ولادتِ اسرائیل کے موقع پر ہی اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے اعلان کر دیا تھا کہ یہودی حکومت ان تمام مسلم علاقوں پر قبضہ کرے گی جہاں سے یہودی نکالے گئے تھے۔ اسی لئے اسرائیلی پارلیمنٹ بلڈنگ پر جو "وسیع تر اسرائیل" کا نقشہ آویزاں ہے، اس کی حدود میں حرمین مقدس شامل ہیں۔ ٹھیک اسی یہودی نقشہ پر ایرانی سربراہ خمینی عرصۂ دراز سے گامزن ہے جس کے چند شواہد درج ذیل ہیں :-

۱۔ خمینی نے ایران کی سربراہی (۱۹۷۹ء) سے برسوں پہلے ایک نہایت معنی خیز کتاب "کشف الاسرار" لکھی تھی جس میں اس نے گیارھویں صدی ہجری کے شیعہ پیشوا باقر مجلسی کی تحریر "حق الیقین" کو بہت نمایاں کیا تھا اور باقر مجلسی کی زبانی خمینی نے بالواسطہ یہ دعویٰ کیا تھا کہ :-

الف۔ جب "صاحب الامر" اپنے منصب پر فائز ہو جائیں گے تو سب سے پہلے مکہ معظمہ پر قبضہ کریں گے۔

ب۔ پھر وہ صاحب الامر مدینہ منورہ جا کر پہلے محمدؐ سے بیعت لیں گے۔ پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو قبروں سے

نکال کر زندہ کریں گے اور سولی پر چڑھائیں گے۔

ج۔ پھر عائشہ رضؓ کو زندہ کر کے سزا دیں گے۔ اور آخر میں تمام سنیوں (مسلمانوں) خصوصاً علماء کو قتل کر کے نیست و نابود کر دیں گے۔"

(بحوالہ "حق الیقین" صفحات ۱۳۹، ۱۴۵، ۵۶۷)

۲۔ خمینی نے اپنی حکومت قائم کرنے سے کچھ ہی پہلے اپنا ابلیسی منصوبہ براہ راست بھی منکشف کر دیا تھا کہ:۔

" دنیا میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا اور چونکہ یہ علاقہ مہبط الوحی اور مرکز اسلام ہے اس لئے اس پر ہمارا تسلط ضروری ہے اور میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا تو روضہ رسولؐ میں پڑے ہوئے دو بتوں یعنی ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ کو نکال باہر کروں گا"

(بحوالہ "خمینی ازم اور اسلام" صہ ۸ مولفہ ابوریحان فاروقی)

۳۔ خمینی نے ۷۹ء میں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد پوسٹروں اور بینروں کے ذریعہ اپنے جس پلان کی تشہیر کرائی اس کی عبارت یہ تھی:۔

" ہم جنگ آزمائیں یہاں تک کہ غاصبوں کے قبضے سے اپنی مقدس زمینیں (یعنی عراقی کربلا اور سعودی مدینہ منورہ) اور خانہ کعبہ اور جولان واپس لیں گے"

(بحوالہ ماہنامہ "الفرقان" لکھنو، اگست ۸۷ء صہ ۱۱)

۴۔ ایرانی اقتدار فروری ۷۹ء میں خمینی کے ہاتھ آیا۔ اور صرف نو ماہ بعد ہی ایک مسلح گروہ نے حرم کعبہ پر نومبر ۷۹ء میں حملہ کیا، سینکڑوں مسلمانوں کو ہلاک کیا اور دو ہفتوں سے زیادہ تک حرم بیت اللہ پر قبضہ جمائے رکھا، تاہم ناپاک قبضہ ناکام ہو کر رہا۔

۵۔ اس کے بعد ہر سال عین حج کے دوران خمینی کے کارندے حدود حرمین میں ہنگامے کر کے حرمت حرمین پامال کرتے رہے۔ مرکز امن کو پراگندہ کرنے کا یہ شیطانی دھندہ موجودہ سال ۸۷ء تک لگاتار چلتا رہا۔ حالاں کہ پچھلے سال ہی حرمین کو آتشیں بموں سے اڑا دینے کی سازش پکڑی جا چکی تھی۔ (تفصیل اوپر ابتدائیہ میں مذکور ہے) اس کے باوجود امسال ۸۷ء کے حج کے لئے خمینی نے اپنی آل اولاد کو یہ ہدایات دیں کہ:۔

" حج کو کافروں سے اظہار برأت (تبرّا) کے لئے استعمال کریں اور ایام حج میں زبردست مظاہروں کا فریضہ انجام دیں۔ اور یہ کہ یہ حج بالکل فیصلہ کن، سرکچل دینے والا (CRUSHING) حج ہونا چاہیئے۔"

(بحوالہ "امپیکٹ انٹرنیشنل"، لندن، ۴ تا ۲۷ اگست ۸۷ء)

انہی ہدایات کے مطابق ۳۱ جولائی ۸۷ کو جو مسلح جلوس حرم کعبہ کے اطراف مارچ کر رہا تھا اس کے بینروں پر صاف لکھا ہوا تھا۔ کہ :۔

" لبیک یا خمینی " اور " اپنے آپ کو مسلح کرو اور ہتھیار اٹھا لو "

اس کے ساتھ ہی اس مسلح ٹولے نے وہ خونخواری و خوں ریزی بپا کی جس کی تفصیل منظرِ عام پر آچکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عصرِ جدید میں اسرائیل اور ایران دونوں کا حتمی ہدف مسلمانوں کا " روحانی مرکز " ہے۔ لہٰذا حرمین کو تاخت و تاراج کرنے اور اس سرزمین مقدس پر قبضہ کرنے کے لئے آج کل حکمت عملی یہ ہے کہ ہراول دستہ تو ایران کا ہو اور اس کو کمک اسرائیل بہم پہنچاتا رہے۔

<u>حاصل کلام</u> | آج سانحہ حرم کے حوالے سے یہود اور آلِ یہود (اہل تشیع) کی پچھلی چودہ صدیوں سے جاری اسلام دشمنی طشت ازبام ہو چکی ہے۔ اور قرنِ اول کے ابن سبا یہودی (بابائے شیعیت) سے لے کر دورِ حاضر کے خمینی تک تمام چہرے تاریخ کے آئینہ میں بالکل بے نقاب ہو چکے ہیں لہٰذا اب آخری موقع ہے کہ مسلمانانِ عالم خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اپنے مرکز حرمین شریفین کی حفاظت کے لئے کم از کم ان آستین کے سانپوں کی بلا تاخیر اور مکمل سرکوبی کریں ع

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار ۔ دلکش ۔ موزوں اور واجبی نرخ پر جوتے بناتی ہے

Servis

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝

پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب رکوع ۵ آیت ۴۵، ۴۶

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک آپکو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے
کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے)
ڈرانے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ اور
آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

O Prophet ! truly We have sent thee
as a Witness, a Bearer of glad
tidings, and a Warner, and as
one who invites to Allah's (Grace)
by his leave. And A Lamp Spreading Light

Karachi Port Trust

The Port of Pakistan

آخری قسط — مولانا شہاب الدین صاحب ندوی ۔ انڈیا

نظریۂ ارتقاء اور ما قبل آدم مخلوق

تخلیق خصوصی کا اثبات | شعوری انواع یا "مکلف مخلوق" کا یہ مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ انواع روئے زمین پر اچانک ظاہر ہوئیں اور اچانک مٹ گئیں۔ یہ "تخلیق خصوصی" کی ناقابل تردید دلیل ہے اگر وہ ارتقائی طور پر نمودار ہوتیں تو وہ دفعۃً کبھی غائب نہ ہوتیں۔ جیسا کہ دیگر انواع حیات جو ان سے کمتر ہیں وہ آج بھی موجود ہیں۔ اس لئے اب یہاں پر ایک فوق الفطرت ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ اور کوئی بھی توجیہہ ثابت نہیں ہوسکتی۔ ظاہر ہے کہ ایک نئی نوع کا اچانک ظاہر ہونا اور اچانک مٹ جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ سوائے اس کے کہ اس پردۂ زنگاری کے پیچھے کسی برتر ہستی کا وجود ہے۔ جو ان کٹھ پتلیوں کو نچا رہی ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ ان انواع میں بتدریج شعور یا دماغ کی زیادتی پائی جاتی ہو، مگر یہ سب ربانی مشیت اور اس کی حکمتوں کے تحت ہے۔ جس کو ارتقا کا نام کسی بھی طرح نہیں دیا جاسکتا ۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے یکے بعد دیگرے مختلف مخلوقات کو پیدا کرتا ہے اور اس کی تخلیقات کی سب سے بڑی خصوصیت یا ربانی چھاپ یہ ہے کہ مختلف انواع حیات میں "یکسانیت" اور "مشابہت" بھی پائی جاتی ہے۔ جو وحدت خدائی اور وحدت تخلیق کے اظہار کے لئے ہے۔ جس کو غلطی سے موجودہ انسان نے ارتقا کا نام دے دیا ہے۔ گویا کہ "صنعت ربانی" کو سمجھنے میں موجودہ انسان نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ دست قدرت کے معجزات کے بغیر محض ارتقائی حیثیت سے حیات کے اتنے سارے کرشمے کبھی ظاہر نہیں ہوسکتے۔ اور ایک "نابینا" مادہ ان کرشمہ ہائے حیات کی علت ہرگز نہیں بن سکتا۔ جس کی نیرنگیاں خود انسان کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کئے ہوئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مادہ پرستوں نے خدا کی جگہ "مادہ" کو بٹھا دیا ہے اور اس کی طرف وہی خصوصیات منسوب کر رہے ہیں جو خدا کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے معمائے حیات کبھی کھل نہیں سکتا، بلکہ وہ اور زیادہ پُراسرار بن جاتا ہے۔

انسان اصل حیات سے ناواقف ہے | جس طرح انسان طبعی وحیاتیاتی دنیا کے بہت سے اسرار کو نہیں جانتا بلکہ اپنی "محدودیت" کی وجہ سے نہیں جان سکتا۔ اسی طرح وہ "تخلیق خصوصی" کی کنہ وحقیقت کو بھی صحیح صحیح سمجھ نہیں سکتا۔ یہ دراصل خلاق عالم کی طرف سے انسان کی عبرت وبصیرت کے لئے چند اسرار ہیں جن کا اسرار رہنا ہی بہتر ہے۔

بہرحال کسی نئی نوع کا ظہور بالکل اچانک اور دفعۃً ہوتا ہے۔ جس طرح کہ کسی نوع کا خاتمہ اچانک اور ناگہانی

طور پر ہو جاتا ہے ۔قصہ آدم میں انہی تمام حقائق کا اظہار کیا گیا ہے ۔اور موجودہ حضوری ریکارڈ سے اس کی بخوبی تصدیق و تائید ہوتی ہے ۔انسان کی فہمائش کے لئے اس تخلیق خصوصی کے متعلق صرف اتنا ہی بتا دینا کافی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کا ایک پتلا بنا کر اس میں اپنی روح پھونک دی۔اس سے زیادہ انسان کچھ بھی سمجھنے کا متحمل نہیں تھا۔اور آج بھی سائنس کی ہمہ گیر ترقی کے دور میں انسان اس سے زیادہ کچھ بھی سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ۔اور فوق الطبعی حقائق کا ادراک اپنی ناقص عقل و فہم کی رو سے کبھی نہیں کر سکتا ۔کیونکہ اس کو وہ علم نہیں دیا گیا جو اصل کائنات اور اصل حیات کے معموں کو کھولنے والا ہو۔ لہذا

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۰

اور تمہیں بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

آج بھی ایک زندہ و تابندہ صداقت ہے۔ظاہر ہے کہ انسان باوجود اپنی ہمہ جہتی ترقیوں کے "حیات" اور "اصل حیات" کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ تو پھر وہ "تغیرات حیات" یا خالق کی کرشمہ سازیوں کو کیا خاک سمجھ سکتا ہے۔

چنانچہ حیاتیات کے باب میں سب سے اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ "زندگی کیا ہے اور مادہ حیات (پروٹوپلازم) کیونکر وجود میں آیا؟ مگر تمام سائنسدان اس مسئلے پر مُہر بلب ہیں کیونکہ یہ مسائل انسانی عقل اور اس کی رسائی سے باہر دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ درحقیقت یہ انسانی دانش کے لئے ایک چیلنج بنے ہوئے ہیں ۔چنانچہ ایک حیاتیات دان نے تو صاف صاف اپنی نارسائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ :۔

"زندگی بجائے خود پُراسرار ہے، جس طرح کہ خود اس کے مادے کا راز اب تک پردۂ خفا میں ہے"

Life itself is mysterious and its origin still remains shrounded in mystery. 106

ایک اور مشہور محقق ڈاکٹر اسیمو (DR. ISSAC ASIMOV) زندگی کے بنیادی مادے (ڈی۔این۔اے) حیوانی و نباتاتی خلیوں میں موجود ایک خاص کیمیادی مادہ جس میں اس نوع کی وراثتی خصوصیات موجود رہتی ہیں کی پُراسرار ترکیب اور اس کے پُراسرار عمل پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ یہ پوری دنیائے سائنس کو حیران و ششدر کر دینے والا ایک معمہ ہے بلکہ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر صاف صاف کہتا ہے کہ اصل زندگی اور مذہبی عقائد کا رشتہ بہت مضبوط ہے اس بنا پر سائنسدان زندگی اور اس کے اسرار کی توجیہہ و تشریح بالکل گھٹے گھٹے اور معذرت خواہانہ انداز میں کرتے ہیں

---

106. Botany for Degree Students by A.C. Dutta P.X. Oxford University Press.

.... How then, did DNA, and life start? This is a question that science has always hesitated to ask, because the origin of life has been bound up with religious beliefs even more strongly than has the origion of the earth and the universe. It is still dealt with only hesitantly and apologetically. 107

اس لحاظ سے "حیات کی تبدیلیوں" کے بارے میں کسی قسم کی لب کشائی کرنا گویا کہ اپنے "خدا" ہونے کا دعوٰی کرنا ہے کیونکہ اس کی حقیقت سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ مشہور ماہر حیاتیات سمپسن (SIMPSON) نے ایک جگہ پر بالکل صحیح اعتراف کیا ہے کہ حیات کا مسئلہ ایک معمہ ہے جس کا انکشاف دنیائے سائنس کی دسترس سے باہر ہے اور انسان اس راز کو کبھی نہیں پا سکتا۔

اندھا عقیدہ اور بے دلیل دعوے | یہ اور اس قسم کے دیگر حقائق و اعتراف سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ ارتقا کا نظریہ محض ایک افسانہ ہے جس کو مادہ پرستوں نے مذہب اور مذہبی اقدار کی مخالفت میں گڑھا ہے اور یہ آج مذہبی عقیدے کے مقابلے میں ایک دوسرا "متوازی" عقیدہ بن گیا ہے جس کو ترک کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مادہ پرستوں کو چار و ناچار خدا کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی تیسرا راستہ موجود نہیں۔ مگر چونکہ الحاد پرور لوگوں کو خدا کا وجود تسلیم کرنا پسند نہیں ہے (کیونکہ انہیں مذہب اور مذہبی اقدار سے ایک قسم کی چڑھ سی ہو گئی ہے) اس لئے وہ اس نظریہ کی صحت پر اصرار کر رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ عقلی و سائنسی تمام دلائل اس نظریہ کی تائید کے بجائے مسلسل تردید کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس اعتبار سے یہ موجودہ دور کا سب سے بڑا جھوٹ ہے جو گڑھا گیا ہے اور آج اس پر ایک اندھے عقیدہ کی طرح "ایمان" لایا جا رہا ہے۔ عصر جدید کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ آج انسان بغیر علم صحیح کے محض ادعائیت پسند بن گیا ہے۔ اور دعوؤں پر دعوے کئے جا رہا ہے۔ حالاں کہ حقیقت پسندی بلکہ سائنس کی صحیح روح کا تقاضا یہ ہے کہ سائنسی تحقیقات و تجربات کی رو سے جو کچھ اور جتنا کچھ ثابت ہوتا ہے۔ انسان اس کو ایمانداری کے ساتھ اختیار کرے اور جو چیز اپنے نظریات کے خلاف جا رہی ہو بلکہ انہیں صاف صاف جھٹلا رہی ہو انہیں ترک کر دے

---

107. Asimov's Guide to Science. Vol. 2. The Biological Sciences, PP 172-173, Pelican Books, Middlesex, England, 1978

اور بلا وجہ ان پر اصرار نہ کرے جو علمی روح کے خلاف ہے۔ اس لحاظ سے اصل سائنسی حقائق میں الحاد و لادینیت کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ بلکہ الحاد و لادینی دراصل بعض لوگوں کے اپنے ہی ذہنوں میں ہوتی ہے۔ جو دراصل انکارِ حق کے سلسلے میں اپنی نفسانی خواہشات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مگر ان کی یہ خواہشات پوری نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات اور اس کے مظاہر کو کچھ اس ڈھنگ سے پیدا کیا ہے کہ ان کے اصول وضوابط میں الحاد و لادینیت کے لئے حقیقتاً کوئی علمی دلیل فراہم نہیں ہو سکتی۔ مگر الحاد پرور لوگ ان اصول وضوابط کو محض مغالطوں کی مدد سے توڑ مروڑ کر انہیں اپنے حق میں کرلینا چاہتے ہیں۔ اس قسم کے رجحانات کو قرآن حکیم میں "خواہشات نفس کا اتباع"۔ "نفس کو معبود بنا لینا"۔ غیر اللہ کی عبادت بے علمی کی باتیں، اور تکبر وغیرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

بل اتبع الذین ظلموا اھواءھم بغیر علم۔

بلکہ یہ ظالم لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات پر چلتے ہیں۔ (روم ۲۹)

افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون۔ (جاثیہ ۲۳)

بھلا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی)، اس کو گمراہ کر دیا۔ اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ دکھا سکتا ہے؟ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔

و یعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطاناً وما لیس لھم بہ علم۔ (حج ۷۱)

یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری اور نہ ان کے پاس اس کا کوئی علم ہے۔

ان الذین یجادلون فی آیٰت اللہ بغیر سلطٰن اتٰھم ان فی صدورھم الا کبر ما ھم ببالغیہ۔ (مومن ۵۶)

جو لوگ اللہ کی نشانیوں میں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس (خدا کی طرف سے) آئی ہو (خواہ مخواہ) جھگڑتے ہیں تو ان کے دلوں میں (اظہار) بڑائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے جس کو وہ پا نہیں سکتے۔

یہ اور اس قسم کی بے شمار آیات الحاد و لادینیت اور ہر قسم کی فکری گمراہیوں کی تردید میں بڑی بلیغ اور معنی خیز ہیں جن کا مفہوم ہر دور پر صادق آسکتا ہے۔ قرآن مجید میں دراصل انکارِ خداوندی کے سلسلے میں اس قسم کی آیات کے ذریعہ ہر دور کے نفسیاتی احوال وکوائف اور ان کے بنیادی نکات کو جمع کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ان کا اطلاق ہر دور میں یکساں طور پر ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم ہمیشہ تازہ اور سدا بہار نظر آتا ہے اور اس اعتبار سے اس پر کہنگی کی

پرچھائیاں کبھی نہیں پڑ سکتیں۔

اس جائزہ سے یہ حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آ گئی کہ جس غیر واقعیت پسندی اور دادعائیت وغیرہ کے طعنے مادہ پرستوں کی جانب سے اکثر و بیشتر اہل مذہب کو دیئے جاتے ہیں ان میں وہ خود ہی بری طرح گرفتار ہیں اب دیکھئے علمی دنیا کا یہ ناٹک کب تک چلے گا۔ اور دنیا کب تک بے سوچے سمجھے اس پر ایک مذہبی عقیدے ہی کی طرح "ایمان" لاتی رہے گی۔ مگر یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جب کسی چیز کی بنیاد ہی ٹیڑھی ہو تو پھر پوری عمارت ہی ٹیڑھی ہو کر رہ جائے گی۔

قرآن عظیم کا نیا اعجاز | غرض ایک طرف قرآن عظیم کا بیان کردہ ایک سچا قصہ آدم ہے اور دوسری طرف آدم سے قبل کی "شعوری مخلوق" سے متعلق تحقیقات جدیدہ ہیں اور ان دونوں کو ملانے اور ان میں تطبیق دینے پر عجیب وغریب حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں اور قرآن عظیم کے اعجاز اور اس کی صداقت کا ایک نیا اور بے مثال پہلو ہمارے سامنے آتا ہے۔ جو ایک نئے انداز سے دعوت الی اللہ دینے والا اور پوری نوع انسانی کو متنبہ کرنے والا ہے۔ اور ان حقائق میں عبرت وموعظت کے اتنے پہلو ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔ لہٰذا تحقیقات جدیدہ کی بدولت قرآنی بیانات پر کسی قسم کی آنچ نہیں آ سکتی۔ بلکہ اس کی صداقت وسچائی کے نئے نئے پہلو جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلام مظاہر کائنات میں غور وفکر کرنے اور آغاز حیات کا پتہ لگانے کی تاکید کرتا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے جہاں ایک طرف انسان کو اپنی بے چارگی کا صحیح احساس ہو جائے تو دوسری طرف اس کی تحقیقات خود اس کے لئے "گلے کا پھندہ" ثابت ہو جائیں۔ بالفاظ دیگر اس کی تحقیقات خود اس کے لئے حجت بن جائیں۔ کیونکہ عقلی دلیلوں کو کبھی کبھی جھٹلایا جا سکتا ہے مگر علمی وسائنسی دلیلوں کو جھٹلانا مشکل ہے۔ جو خود اس کی اپنی تحقیقات کا نتیجہ ہوں۔ اسی بنا پر قرآن حکیم میں جگہ جگہ مظاہر کائنات اور ان کے نظاموں میں غور وفکر کر کے صحیح نتائج اخذ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس اعتبار سے قرآن حکیم کا یہ ایک انوکھا اور حیرت انگیز پہلو ہے۔

قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یونس ۱۰۱)

کہہ دو کہ غور سے دیکھو کہ اجرام سماوی اور زمین میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (عنکبوت)

کہہ دو کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ تخلیق کا آغاز کس طرح ہوا۔

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِن دَابَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ (جاثیہ ۴)

تمہاری تخلیق اور (زمین پر مختلف) جانداروں کے پھیلاؤ میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانات الٰہی موجود ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهُ بَعْدَ حِينٍ (ص ۸۷، ۸۸)

یہ کلام سارے جہان کے لئے ایک یاددہانی ہے اور تم اس کی (سچائی کی) خبر کچھ عرصہ بعد معلوم کرلو گے۔

رسل کے بعض اعتراضات اور قلابازیاں | عصرِ جدید کے مشہور ملحد فلسفی برٹرانڈ رسل (BERTRAND RUSSEL) اپنی ایک کتاب (معاشرے پر سائنس کے اثرات) میں بعض "ارتقائی" سوالوں کو چھیڑ کر کچھ قلابازیاں دکھائی ہیں اور یہ فرض کرلیا ہے کہ اس کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ یہ اعتراضات بڑے غیر سنجیدہ انداز میں ہیں جن کے ذریعہ دراصل اہلِ مذہب کی توہین مقصود ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"انسان کے نظریۂ زندگی اور دنیا کے تصور پر ڈاروینیت کے بہت زیادہ اثرات ہیں۔ انسانوں اور بندروں کے درمیان کسی خاص امتیاز کی غیر موجودگی مذہب کے لئے بہت پریشان کن ہے انسان میں روح کب پھونکی گئی؟ کیا بندر اور انسان کے درمیان کی مخلوق گناہ کرنے اور نتیجۃً دوزخ میں ڈالے جانے کی اہل تھی؟ کیا قدیم انسان نما بندر میں اخلاقی ذمہ داری کا احساس تھا؟ کیا ہوموپکیننسز (HOMO PIKINIENSIS) مردود تھا؟ کیا پلٹ ڈاؤن آدمی جنت میں جگہ پاسکتا تھا؟ ان سوالوں کا کوئی جواب بھی اصولوں پر مبنی نہیں ہوسکتا۔[۱]

Darwinism has made many effects upon man's out look on life and the world. The absence of any sharp line between men and apes is very awkward for theology. When did men get souls? was the missing link capable of sin and therefore worthy of Hell? Did pithecanthropus Erectus have moral responsibility? Was Homo pekinniensis damned? Did piltdown man go to heaven? Any answer must be arbitrary. 109

وہ مزید تحریر کرتا ہے:-

"ہم اس سوال کو دوبارہ لیتے ہیں کہ اگر قدیم بندر نما انسان زندہ ہوتا تو کیا اسے "حقوقِ انسانی" حاصل ہوتے؟ اگر ہوموپکیننسز کیمبرج میں تعلیم پاتا تو کیا وہ نیوٹن کا ہم پلہ ہوسکتا؟ کیا پلٹ ڈاؤن آدمی اتنا ہی ذہین تھا جتنا کہ سیکس کے اس گاؤں کے رہنے والا موجودہ باشندہ؟ اگر آپ ان سوالوں کے جمہوری طریقے سے جواب دے سکیں تو آپ کو پیچھے دھکیل کر

---

[۱] کتاب مذکور کا اردو ترجمہ از بشیر احمد چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء

109. The Impact of Science on Society. P. 26. Unwin paperbacks, London, 1976

آدم نما بندر کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ اور اگر آپ اپنی بات پر قائم رہیں تو اسی طور پر آپ کو امیبا سے ملا دیا جائے گا۔

We must ask again. Should Pithecanthropus, if still alive, enjoy "The Right of Man". Would Homo Pekiniensis have been the equal of Newton if he could have gone to Cambridge? Was the Piltdown Man just as intelligent as the present inhabitants of that Sussex village? If you answer all these questions in the democratic sense, you can be pushed back to the anthropid apes, and if you stick to your guns, you can be driven back ultimately to the amoeba. 111.

اگر رسل آج زندہ ہوتا تو اس سے کہا جا سکتا تھا کہ آپ کے تمام سوالوں کے جوابات اصولی طور پر دے دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا اب آپ کو اسلام کی صداقت تسلیم کرتے ہوئے خداوند خلّاق کی ربوبیت و الوہیت پر ایمان لے آنا چاہیئے اور اس صورت میں آپ کا شمار مومنین اور حقیقت پسند لوگوں میں ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر آپ علمی تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے حقائق کو جھٹلانا اور ان کا گلا گھونٹنا ہی چاہتے ہوں تو پھر آپ کا درجہ یقیناً بندروں سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بندر ہی وہ مخلوق ہے جو انسانوں کے کچھ مشابہ ہونے کے باوجود حقائق کو سمجھنے کی استعداد بالکل نہیں رکھتی۔ کیونکہ طویل تجربات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ بندروں بن مانسوں کو سدھا کر انہیں اشاروں پر نچایا تو جا سکتا ہے مگر انہیں انسان نہیں بنایا جا سکتا۔

بعض انواع دیکھنے میں تو بہت قریبی اور متشابہ نظر آتی ہے۔ مگر ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً خچر اور گھوڑے میں کچھ یکسانیت نظر آتی ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ گھوڑے میں جو پھرتی ہے وہی خچر میں بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ گھوڑا گھوڑا ہے اور خچر خچر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خچر ہزاروں لاکھوں سال سے خچر ہی کیوں ہے؟ اور وہ "ترقی" کرتے کرتے گھوڑے کے مقام و مرتبے تک کیوں نہیں پہنچا؟ حالاں کہ وہ گھوڑے ہی کے مادہ منویہ سے پیدا ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ گھوڑا کیوں نہیں بن سکا؟ آخر اس کے پیروں میں بیڑیاں کیوں پڑی

---

111. The Impact of Science on Society. P. 26. Unwin paperbacks, London, 1976.

ہوئی ہیں؟ اسی پر دوسری انواع کو بھی قیاس کر لیجئے۔ لہذا یہ سوال ہی بالکل مہمل ہے کہ اگر کوئی سابق بندر نما انسان آج موجود ہوتا تو کیا وہ نیوٹن یا کسی اور ذہین انسان کے مقام تک پہنچ سکتا؟

رسل کی جہالت

جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے حوالے سے تفصیل گزر چکی "پلٹ ڈاون انسان" اُحفوریات کا کوئی اصلی نمونہ نہیں تھا، بلکہ وہ ایک نقلی اور جعلی چیز تھی جس کے سائنسدانوں کو دھوکا دینا مقصود تھا۔ مگر حیرت اور عبرت کی بات ہے کہ موجودہ دور کے سب سے بڑے فلسفی کی نظر سے یہ حقیقت اوجھل رہی جس کی بنا پر وہ "پلٹ ڈاون انسان" کا تذکرہ اس انداز سے کر رہا ہے گویا کہ وہ ایک اصلی نمونہ ہے۔

رسل کی پیدائش ۱۸۷۲ء اور وفات ۱۹۷۰ء میں ہوئی۔ اور اس کی مذکورۂ بالا کتاب پہلی بار ۱۹۵۲ء میں چھپی تھی یہ اسی سال کا واقعہ ہے جس سال کہ پلٹ ڈاون انسان کا جعلی ہونا ثابت ہوگیا تھا۔ مگر رسل جیسے فلسفیٔ اعظم کو اس کی کوئی خبر نہ ہو سکی۔ ہو سکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ یہ نتائج منظر عام پر آنے سے پہلے ہی کتاب شائع ہوگئی ہو۔ مگر اس کا کیا جواب ہے کہ اس کے بعد بھی رسل کی زندگی ہی میں اس کتاب کے متعدد ایڈیشن نکلتے رہے مگر مذکورہ بالا عبارت جوں کی توں رہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسل پر آخر وقت تک بھی "پلٹ ڈاون انسان" کی اصلیت واضح نہ ہو سکی اور وہ اس کو برابر ایک اصلی نمونہ ہی تصور کرتا رہا۔

یہ ہے عصر جدید کے سب سے بڑے اور عظیم ترین فلسفی کی معلومات کا حال جن کے بل بوتے پر وہ دین و مذہب پر طنز و تعریض کرنے چلا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اسلام پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

غرض یہ تھی "ارتقا" کی داستان اور احفوریات (FOSSILS) کی کہانی، اور یہ تھا "تخلیق" انسانی سے متعلق اسلامی عقائد و نظریات کی صداقت کا حال جس سے ناواقفیت کے باعث یہ اور اس قسم کے دیگر اسلامی عقائد کو بھی "اُسطوریات" کی قبیل سے سمجھ لیا گیا تھا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں (creation, myth and doctrines of Islamic doctrain and myth) کے زیر موضوع (اسلامی عقیدہ اور خرافات) کا بھی ایک عنوان نظر آتا ہے[1] گویا اس کے ذریعہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ دنیا کے دیگر افسانوی مذاہب کی طرح اسلام بھی اُسطوری اور خیالی قصے کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے۔

اور دوسرا تاثر یہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام کوئی مستقل مذہب نہیں۔ بلکہ یہودیت اور عیسائیت ہی کا خوشہ چین اور انہی کی روایات سے ماخوذ ہے۔ مثال کے طور پر برٹانیکا کا ایک بیان دیکھئے جس میں کہا گیا ہے کہ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (خورد) ۳/۲۲۶، ۲۲۷، ۱۹۸۳ء

اسلام میں خدا کی قدرت، اس کے عدل اور اس کی رحمت کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی روایات ہی سے کچھ ترمیمات کے ساتھ ماخوذ ہیں۔¹

The Picture of God – wherein the attributes of power, justice, and mercy interpenetrate – is related to the Judeo-Christian tradition, whence it is derived with certain modifications. 113.

مگر اب ان بھلے مانسوں سے سوال یہ ہے کہ جب اسلام بھی اسلامی اور اسطوری قصے کہانیوں کا مجموعہ یا وہ یہودیت و عیسائیت ہی سے ماخوذ ہے تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ ان جدید مسائل و واقعات کے مقابلے میں اسلام کامیاب کیوں دکھائی دے رہا ہے اور یہ یہودیت و عیسائیت اور اسی طرح دیگر افسانوی مذاہب ناکام کیوں نظر آرہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس سے نہ صرف ان دونوں دعووں کا ابطال ہوتا ہے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نہ تو اسطوریات کا مجموعہ ہے اور نہ وہ یہودیت و عیسائیت سے ماخوذ ہے بلکہ یہ بھی بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ آج اسلام کے سوا بقیہ تمام مذاہب اور ان کے صحیفے آوٹ آف ڈیٹ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ایک زندہ مذہب کو ایک مردہ مذہب سے ماخوذ بتانا حقیقت واقعہ کا منہ چڑانا ہے۔

یہ اور اس قسم کے جو الزامات آج مغربی فاضلوں کی جانب سے اسلام پر لگائے جاتے ہیں وہ اسلام کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ بلکہ اب سے چودہ سو سال پہلے نزولِ قرآن ہی کے دور میں خود مشرکین عرب بھی اسی قسم کے الزامات لگا چکے ہیں۔

وقال الذین کفروا ان ھذا الا افک ن افترٰہ واعانہ علیہ قومٌ اٰخرونَ ج فقد جاءو ظلماً وزوراً۔ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃً واصیلاً (فرقان ۴۔۵)

اور منکرینِ خدا کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو محض ایک جھوٹ ہے جس کو (محمدؐ) نے گھڑ لیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی اس میں اس کی مدد کی ہے۔ اس طرح وہ ناحق کوشی اور غیر واقعی بات کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جن کو (محمدؐ) نے لکھوا لیا ہے اور وہی اس کے سامنے صبح و شام پڑھے جاتے ہیں۔

اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مشرکین عرب اس قسم کے شبہات تو ہمیشہ پیش کرتے رہے مگر وہ کوئی

---

¹ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (مخورد) ۳/۴۲۶، ۴۲۶ - ۱۹۸۳ء 113 - ایضاً

ثبوت فراہم نہ کرسکے۔ قرآن مجید نے اس قسم کے تمام شبہات کو اپنے سفینے میں محفوظ کرکے مختلف مواقع پر مدلل و مسکت جواب دیا ہے۔ جو بجائے خود ایک اعجاز ہے اور اس قسم کا ایک معقول جواب الہٰی آیات مذکورہ کے بعد اس طرح دیا ہے۔

قل انزلہ الذی یعلم السر فی السمٰوات والارض ۔ (فرقان ۶)

کہہ دو کہ اسے تو اس ہستی نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھیدوں کو جاننے والا ہے۔

اور اس جواب کی صداقت عصر قدیم سے زیادہ عصر جدید میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر یہ قرآن کسی انسان کا گھڑا ہوا کلام یا افسانوی قصے کہانیوں کا مجموعہ ہوتا تو اس میں مظاہر کائنات اور ان کے اسرار سے متعلق صحیح صحیح معلومات ہرگز مذکور نہ ہوتیں۔ جن کی صداقت کا اظہار ہزاروں سال بعد کی تحقیقات کے ذریعہ بخوبی ہو سکتا ہو۔ قرآن مجید میں اسرار کائنات کے مذکور ہونے کا صاف و صریح مطلب یہی تو ہے کہ وہ ایسی ہستی کی طرف سے ہیں جو خود ان اسرار کو جاننے والی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس آیت کریمہ کا منطقی نتیجہ ہے جس سے نہ صرف اس کلام کا برحق ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایک ہمہ داں و ہمہ بیں ہستی کا وجود بھی ہے جو کائنات کے سارے رازوں سے واقف ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہی ہستی اس کائنات کی خالق اور مدبر ہے۔ ورنہ وہ تمام " راز ہائے تخلیق " سے واقف نہ ہوتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جس ہستی نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے اس نے اس کتاب برحق کو بھی نازل کیا ہے۔ اس طرح ان دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔

غرض اس اعتبار سے بھی قرآن مجید ایک حیرت انگیز کلام بلکہ ایک معجزہ ہے جو ابدی حقائق یا " راز ہائے ربوبیت " کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے لازوال سچائیوں سے بھرپور ہے اور اس کا یہ معجزہ تحقیقات جدیدہ کی بدولت دن بدن روشن سے روشن تر ہوتا جا رہا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے۔

سنریہم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسہم حتیٰ یتبین لہم انہ الحق ط اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیءٍ شہید ٥ (حٰم سجدہ ۵۳)

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں دکھا دیں گے۔ اطراف عالم میں بھی اور خود ان کے اپنے نفوس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہ کلام برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب ہر چیز سے آگاہ ہے۔

قرآن کلام الٰہی ان مباحث و ملاحظات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے نہ کہ کسی انسان کا تراشیدہ کلام۔ اور یہ وہ کلام ہے جو خلاق فطرت کی جانب سے اپنے سب سے برگزیدہ بندے و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بطور وحی اتارا گیا تھا۔ اور اس کلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مکمل دینی و شرعی ضابطہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسرار کائنات اور ان کی گرہوں کو کھول کر جدید ترین علمی مسائل کو حل کرنے کی استعداد بھی بخوبی رکھتا ہے۔ اور اس اعتبار سے وہ پوری نوع انسانی کے لئے نامۂ ہدایت ہے۔

تِلکَ من انباء الغیب نوحیھا الیک ماکنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھٰذا (ھود ۴۹)

یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی اطلاع ہم بذریعہ وحی تمہیں دے رہے ہیں یہ باتیں اس سے پہلے نہ تو تم جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم۔

ان اتبع الا مایوحیٰ الیّ وما انا الا نذیرٌ مبین ○ (احقاف ۹)

میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں۔ میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو صاف طور پر متنبہ کرنے والا ہوں۔

ولقد ضربنا للناس فی ھٰذ القراٰن من کل مثلٍ لعلھم یتذکرون ○ قراٰناً عربیاً غیر ذی عوجٍ لعلھم یتقون۔ (زمر ۲۷، ۲۸)

اور ہم نے نوع انسانی کے لئے ہر قسم کی مثال بیان کر دی ہے تاکہ وہ چونک سکیں (یہ) قرآن فصیح اور غیر پیچیدہ (کلام) ہے تاکہ وہ (ان مطالب عالیہ کی کچھ) پروا کر سکیں۔

تبٰرک الذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراً ○ (فرقان ۱)

بڑا ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب) نازل کی تاکہ وہ سارے جہاں کو متنبہ کر سکے۔

وانہ لتنزیل رب العٰلمین۔ نزل بہ الروح الامین۔ علیٰ قلبک لتکون من المنذرین بلسانٍ عربیٍ مبین۔ وانہ فی زبر الاولین ○ (شعراء ۱۹۲-۱۹۳)

اور یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ یہ کلام شستہ عربی میں قلب پر اتارا گیا ہے تاکہ تو متنبہ کرنے والا بن سکے اور اس قرآن کی خبر اگلی (امتوں) کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

اس طرح یہ کتاب کہاں سے آئی؟ کس کے پاس آئی؟ کس ذریعہ سے آئی؟ کس طرح اور کیوں آئی؟ ساری باتیں صاف صاف بتا دی گئی ہیں اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اس کتاب (قرآن) کی صحت و صداقت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی خبر تورات اور انجیل وغیرہ قدیم صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ اور اس قسم کا کوئی بھی دعویٰ تورات یا انجیل یا دنیا کے کسی بھی صحیفے نے کبھی نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے تمام صحیفے صرف اپنے اپنے دور کے لئے موقّت اور عارضی طور پر تھے۔ اور ابدی و دائمی صحیفہ صرف قرآن مجید ہے۔ اور اس اعتبار سے وہ زندگی کے میدان میں آج منفرد اور یکتا دکھائی دیتا ہے۔ وللہ الحمد

جدید ترین آٹومیٹک پلانٹ پر تیار کردہ

UNIFOAM

جہاں آرام کا نام آیا - آپ نے یونی فوم کو پایا

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone: 66754-66933-66833

تیار کردہ

UNITED FOAM INDUSTRIES LTD.

LAHORE—PAKISTAN
Tel: 431341, 431551

ضبط و ترتیب :- عبدالقیوم حقانی

فضیلتِ علم، تحصیلِ علم کے مقاصد اور طلبہ کی ذمہ داریاں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور جناب مدیر الحق کا دارالعلوم میں تقریب انعامات سے خطاب

> سہ ماہی امتحانات میں اچھے نمبروں پر کامیاب ہونے والے طلبہ کی حوصلہ افزائی اور تعلیمی ماحول میں تحصیل اور مسابقت فی العلم کی ترغیب اور تشویق کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر حسب معمول اس سال بھی جامع مسجد دارالعلوم میں تقریب انعامات منعقد ہوئی جس میں دارالعلوم کے مشائخ و اساتذہ، تمام درجوں کے طلبہ اور ان کے والدین نے شرکت کی۔ اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہونیوالے طلبہ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اپنے ہاتھوں سے انعامات تقسیم فرمائے۔ اس موقعہ پر اساتذہ اور طلبہ کے اصرار پر جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق نے بھی مختصر خطاب فرمایا۔ آخر میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دعا فرمائی۔ اور اس ضمن میں پند و نصیحت کے مختصر اور مفید کلمات بھی ارشاد فرمائے۔ ذیل میں افادۂ عام کے پیش نظر دونوں خطابات اور مختلف درجات میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کے ناموں کی فہرست نذر قارئین ہے (ع ق ح)

خطبۂ مسنونہ کے بعد جناب مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ارشاد فرمایا:-

حضرات اساتذۂ کرام اور عزیز طلبہ! امتحانات کے نتائج اور انعامات کی تقسیم کی صورت میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن طلبہ نے تحصیلِ علم میں محنت کی اور مطالعہ کیا اور اپنا سبق یاد کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عزت مرحمت فرماتے ہیں جیسے کہ آج اس کا نقشہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اپنے اکابر و اساتذہ اور مشائخ کے مبارک ہاتھوں سے اپنے انعام حاصل کریں گے اور ان کی دعائیں بھی حاصل کریں گے۔ طالب علم کے لئے سب سے بڑا انعام کتاب ہی ہو سکتی ہے۔ اگر لاکھوں اور ہزاروں روپیہ دے دیا جائے تب بھی وہ کتاب کا بدل نہیں بن سکتا۔ کتابیں اور پھر وہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ہاتھ سے بطورِ انعام

حاصل ہوں، یہ فخر اور عزت کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی محنت کی قدر کرتے ہیں۔

وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین (آل عمران) اور اللہ پاک ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔

وان لیس للانسان الا ما سعیٰ ہ و اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور

ان سعیہ سوف یریٰ ہ ثم یجزٰہ یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھائی ضرور ہے پھر

الجزاء الاوفیٰ ہ (النجم) اس کو بدلہ ملنا ہے اس کا پورا بدلہ

یہ سعی ضائع نہیں جائے گی۔ اللہ پاک فرماتے ہیں ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اصل بدلہ تو اللہ پاک آپ کو آخرت میں دیں گے۔ دنیا میں بھی بدلہ ہے۔ کہ اللہ پاک اسے عالم بنا دیتے ہیں، مجاہد بنا دیتے ہیں۔ مبلّغ اور فقیہہ اور مدرس بنا دیتے ہیں۔ اب آپ حضرات میں جن طلبہ کو انعام دیا جائے گا اللہ پاک ان کے لئے یہ مبارک بنائے اور مزید علمی و دینی ترقیات کا سبب ہو۔

اس میں دوسرے طلبہ بھائیوں کے لئے بھی ترغیب ہے کہ اگر وہ بھی محنت کریں اور کوشش کریں تو ان کو بھی اللہ تعالیٰ یہ درجہ دے دیں گے۔ وقت، ایک عظیم نعمت ہے۔ وقت کی قدر، سب کو کرنی چاہیئے۔ مگر طالب علم کے لئے تو وقت ہر چیز سے بڑھ کر قیمتی ہے۔ یہاں پر تمہیں، اپنے بزرگوں نے، والدین نے اور سرپرستوں نے بہت بڑی قربانی کرکے تمہیں سبق کے لئے بھیج دیا ہے۔ فارغ کر دیا ہے اپنے کسب سے، کاروبار اور محنت ومزدوری سے تمہیں فارغ کر دیا۔ نوکری اور ملازمت اور گھر کی خدمت کا بوجھ تمہارے کاندھوں پر نہیں ڈالا۔ بڑی تکالیف اور مشقت ومحنت سے کام کرتے ہیں اور تمہیں خرچہ مہیا کرتے ہیں تمہیں فارغ کرکے صرف اور صرف تحصیل علم کے لئے فارغ کرکے یہاں بٹھا دیا ہے۔ یہ والدین کا بہت بڑا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ تمہیں علم کے لئے اور علم کے حاصل کرنے کی راہ پر لگا دیا ہے۔

تمہاری طرح کے نوجوان ہیں کہ ان کا سارا دن سڑکوں پر پتھر کوٹتے گزرتا ہے بعضوں کو کھیتوں میں ہل جوتتے گزرتا ہے، لیکن اللہ پاک نے کروڑوں لوگوں میں تمہیں اپنے دین کے لئے منتخب کیا۔ فارغ کر دیا اور اسباب اور وسائل پیدا کر دئے کہ جاؤ! تم سبق پڑھو، والدین تمہاری خدمت کریں گے۔ دارالعلوم تمہاری خدمت کرے گا مگر تم وقت کی قدر کرو اور ہمہ تن سبق پر توجہ دو۔ وقت بہت بڑی قیمتی چیز ہے کہ اس کی پھر تلافی نہیں ہو سکتی۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ کے حقوق کی تلافی ہو سکتی ہے مگر اوقات کے حقوق کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

ایک حقوق اللہ فی الاوقات ہیں اور دوسرے حقوق الاوقات ہیں۔

بعض اوقات میں اللہ نے حقوق مقرر کئے ہیں کہ یہ وقت فلاں نماز کا ہے اس وقت میں یہ عبادت کرنی ہے یہ اللہ کے حقوق ہیں اوقات کے اندر۔ جو وقت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتا وقت،

عبادات، روزہ، حج وغیرہ موقف ہیں اوقات سے تعلق رکھتے ہیں اگر اللہ کے حقوق کسی مجبوری سے ادا نہ ہوئے عذر کی وجہ سے، بیماری کی وجہ سے اللہ کا حق ادا نہ ہوا، لیکن پھر بھی اس کی قضا ممکن ہے حقوق اللہ فی الاوقات کی تلافی دوسرے اوقات میں کی جا سکتی ہے، لیکن وقت کا حق، حقوق الاوقات اگر ایک مرتبہ ضائع ہو گئے تو پھر اس کی تلافی نہیں کی جا سکتی۔ جو وقت بغیر مطالعہ کے اور بغیر سبق پڑھے گذر جائے تو وقت کا حق ضائع ہو گیا۔ مثلاً آج جمعرات ہے اس روز کے سبق میں شرکت نہیں کی تو قیامت تک اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ کہ اس آج کے جمعرات نے دوبارہ نہیں آنا تو ایسی چیز جس کے فوت ہونے سے اس کی تلافی ناممکن ہو تو وہ یقیناً بہت قیمتی اور ہر لحاظ سے قابل قدر ہے حقوق الاوقات دوبارہ نہیں ادا کئے جا سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت اور بہت بڑی نعمت وقت ہے زندگی کے اوقات ہیں جس نے اسے ضائع کر دیا تو اسے خدا تعالیٰ سزا بھی بہت بڑی دیں گے۔ خدا تعالیٰ کی نعمت کے شکریہ کا معنی یہ ہے کہ اس نعمت کو صحیح مصرف میں استعمال کیا جائے۔ جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اس کو صحیح مصرف میں استعمال کیا جائے۔ اس نعمت کو صداقت میں، اطاعت میں قرآن و حدیث میں اور تحصیل و خدمت علم میں صرف کر دے۔ کانوں کو قرآن کے سننے میں، آنکھوں کو جائز مناظر میں، اسی طرح ہاتھ پاؤں کو بھی اپنے اپنے مصرفوں میں استعمال کریں۔ نعمت کا شکریہ صرف زبان سے ضروری نہیں۔ اور اگر زبان سے شکریہ نہ بھی ادا کیا جائے تاہم کوئی مواخذہ نہیں، اصل شکران نعمت یہ ہے کہ نعمت کو اس کے مصرف میں استعمال کیا جائے۔ مثلاً یہ لاؤڈ سپیکر ہے جسے یہاں مسجد میں لگایا گیا ہے۔ اس کا مصرف یہ ہے کہ اس کی آواز اونچی ہو تا کہ سب تک پہنچے۔ یہ مقصد ہے کہ اس پہ تقریر ہو۔ یہ مکبر الصوت ہے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا یہ گویا اس کو اپنے مصرف میں استعمال کر لیا گیا۔ اور اگر کوئی صاحب لاؤڈ سپیکر کا ڈنڈا اٹھا کر اس سے مسجد کی نالیاں صاف کرنا شروع کر دے تو یہ نعمت کی بے قدری ہے ناشکری ہے کفران نعمت ہے۔

اسی طرح طلبہ کے لئے وقت کا صحیح مصرف یہی ہے کہ وہ تحصیل علم، مطالعہ اور سیکھنے میں وقت کو صرف کر دے جب والدین نے سبق کے لئے بھیجا ہے۔ تو پھر ایسے اوقات میں والدین کی خدمت بھی اس کا صحیح مصرف نہیں۔ جلسوں میں، جلوسوں میں، بازاروں میں، اپنی آزادی کی سوسائیٹیوں میں اگر وقت صرف کرو گے تو یہ کفران نعمت ہو گا۔ اگر وقت کی صحیح قدر کر لی تو خدا تعالیٰ دنیا میں بھی عزت دے گا اور آخرت میں بھی، اور اگر یہ وقت ضائع کر دیا تو پھر اس کے پیچھے ساری عمر ہاتھ ملتے رہو گے پھر کچھ نہ بنے گا۔

الوقت سیف اما تقطعہ او یقطعک

وقت ایک تلوار ہے اگر تو نے اسے توڑ نہ دیا تو وہ تجھے توڑ دے گی۔

گویا وقت دشمن کی تلوار ہے جو تجھ پر حملہ آور ہے اگر تم نے اسے کاٹ نہ ڈالا یعنی اپنے صحیح مصرف میں استعمال نہ کیا

تم نے اپنے عمل اور وقت کو اپنے مصرف میں صحیح استعمال کی تلوار سے، وقت کی تلوار کی کاٹ کا جواب نہ دیا۔ غفلت کی تو وقت کی تلوار تمہیں کاٹ ڈالے گی اور تباہ و برباد ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ قیامت کے روز بھی دریافت فرمائیں گے۔ حدیث میں جن پانچ چیزوں کے بارے میں دریافت کئے جانے کا ذکر آیا ہے لا تزول قدما ابن آدم حتی یسئل عن خمس۔

ان پانچ سوالوں میں سب سے پہلا سوال یہ ہو گا کہ:

عن عمرہ فی ما افناہ کہ تم نے عمر اور زندگی کہاں صرف کی اور خاص کر وہ حصہ جس پر پورے مستقبل کی زندگی کا مدار ہے، وہ شباب ہے جس کو پہلا سوال بھی شامل ہے۔ عمر عام ہے جس میں جوانی بڑھاپا سب آجاتا ہے مگر پھر بھی اس کی اہمیت اور واقعی بڑی نعمت ہونے کے پیش نظر خصوصیت سے ذکر کیا گیا کہ

وعن شبابہ فیما ابلاہ کہ تم نے جوانی کو کس چیز میں بڑھاپے تک پہنچایا۔

ابلاہ عجیب لفظ ہے۔ لباس ہوں، جو نئے ہوں، جو چیز بھی پہن لیں، استعمال کر لیں تب نئی نہ رہیں گے، وہ پرانی ہوں گی۔ مگر جوانی کو استعمال کرو یا نہ کرو، یہ بڑھاپے کو پہنچے گی۔ یہ خاص وقت ہے جوانی کا۔ پھر طالب علم کا شباب وہ تو بہت بڑھ کر قیمتی ہے۔ جوان اگر زمین کو آباد کر سکتا ہے مگر کام نہیں کرتا تو زمین ضائع ہو جائے گی۔ مالدار ہے مال پر، توجہ نہیں دیتا، مال ضائع ہو جائے گا۔ صدر یا وزیر اعظم کا بیٹا ہے اگر وہ اپنے باپ کی طرح جدوجہد نہیں کرے گا تو وہ منصب اس سے ضائع ہو جائے گا۔ لیکن اگر طالب علم نے اپنا وقت ضائع کر دیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ضائع ہو جائے گی۔ کتنا بڑا نقصان ہے۔ مال و دولت اور جائیدادیں اور مناصب، ہامان اور قارون کی نیابتیں ہیں جب کہ دوسری طرف علم اور قرآن و حدیث یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے۔

ہمارے اکابر بڑے حساس تھے وہ اوقات کی قدر کرتے تھے۔ موت اور نزع کی حالت میں بھی ہمارے اسلاف نے علم اور کتاب سے علیحدہ ہو کر وقت ضائع نہیں کیا۔ امام ابو یوسفؒ مرض وفات اور نزع میں ہیں سخت حالت ہے اضطراب کی کیفیت ہے مگر اس حالت میں بھی امام ابو یوسف نے اس سے بحث شروع کر دی کہ رمی جمرات سواری پر افضل ہے یا پیدل چل کر۔ یعنی رمی راکباً افضل ہے یا ماشیاً۔ وہ مہمان فرمانے لگے حضرت یہ وقت بحث کا نہیں جب کہ بات کرنی بھی مشکل ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا۔ جب آپ دیکھتے ہیں کہ میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں تو یہ بہتر نہیں کہ اس مسئلہ سے جاہل ہو کر مرنے کے بعد اس کا عالم ہو کر دنیا سے رخصت ہوں۔

یہ شوق تھا جب وہ صاحب بیمار پرسی کر کے گھر سے باہر نکلے تو امام ابو یوسفؒ کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ معلوم ہوا کہ ابھی رحلت کر گئے ہیں۔ سکرات الموت میں ہمارے اسلاف کے علمی ذوق اور تجسس کے بہت سے نادر واقعات ہیں جو آئندہ تمہارے مطالعہ میں آتے رہیں گے۔

حضرت قتادہ مادر زاد نابینا ہیں بہت بڑے عالم ہیں۔ وہ قضائے حاجت اور روٹی کھاتے وقت شدید

تکلیف محسوس کرتے تھے۔ وہ فرماتے کہ یہ دونوں اوقات مجھ پر سخت گراں گزرتے ہیں کہ ان اوقات میں میں کتاب نہیں دیکھ سکتا۔ بہرحال میں تمہارا قیمتی وقت زیادہ نہیں لینا چاہتا۔ تمہاری سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ وقت کی قدر کریں اپنی ذہنی اور فکری توجہ اور نشست و برخاست کا محور درس و تدریس اور مطالعہ و محنت بنالیں۔ جب عالم ہو جاؤ گے تو پھر علم کے اسلحہ سے مسلح ہو جاؤ گے۔ باہر کے میدان میں اجتماعیات اور سیاسیات میں بھی تب انسان کامیاب ہوتا ہے جب انسان مسلح ہو۔ سیاست کرنا تو میدان جنگ میں لڑنا ہے۔ جب تمہارے پاس اسلحہ نہیں، بندوق نہیں تو کس طرح کامیاب ہو سکو گے۔

یاد رکھو! آپ دین کے طالب علم ہیں آپ کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کی نقلیں نہ اتاریں۔ ان کی تعلیم کا مقصد، نوکری ہے، کلرک اور بابو بننا ہے۔ سیکرٹری اور وزیر بننا ہے۔ یہ ان کا مقصد ہے وہ نقلیں کرکے پاس ہوتے ہیں پھر ۳۰، ۴۰ ہزار کی رشوتیں دے کر افسر بن جاتے ہیں۔ لیکن تمہارا میدان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے اور اہل باطل سے ٹکر لینی ہے۔ تمہاری جنگ کلاشنکوف اور بندوق کی جنگ نہیں۔ تمہاری جنگ علم کی جنگ ہوگی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ اہل باطل بڑے تیار ہیں مسلح ہیں۔ پرویزی، قادیانی، منکرین حدیث، اہل تشیع، ماڈرن ازم، مستشرقین، متجددین اور انگریز کی روحانی ذریت جو ہم پر مسلط ہیں۔ اور بے دین وکلاء، اور جج سب سے تمہارا مقابلہ ہوگا تم نے دلائل کے ساتھ اسلام کی حقانیت ثابت کرنی ہوگی۔ تم نے علمی اور فکری جنگ لڑنی ہوگی۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کی ضرورت کیوں ہے۔ وہ عصر حاضر کے تقاضوں کو کس طرح پورا کرتے ہیں۔ ہزاروں مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔ پھر اگر تمہارے پاس علم نہ ہوگا تو مجلس میں بات کرنے اور بحث کرنے کے قابل نہ ہوگے جواب نہ دے سکو گے۔ مغربی تہذیب اور مغربی فکر اپنے ساتھ سینکڑوں مسائل لائی ہے۔ اسلام ان سب کے لئے چیلنج ہے مگر وہ صرف کتاب میں نہیں وہ دلائل کے ساتھ، صبر و تحمل کے ساتھ مخالفین کو قائل کرو گے۔

عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہے۔ دو عورتوں کی گواہی کیوں ایک مرد کے مساوی ہے اب تو عورتیں جدید تعلیم حاصل کرکے مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر میدان میں آگئی ہیں۔ فقہ کے ایک ایک جزیہ اور اصول و قواعد سے آپ نے مذاہب کو قائل کرنے کے لئے بڑی تیاری کرنی ہوگی۔ مغرب کے فلسفے، کیمونزم، سوشلزم کا جواب کیا ہے؟ اسلام کے اقتصادی اور معاشی اصول کیا ہیں؟ اخلاقی اصول کیا ہیں؟ اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب پر کیوں برتری حاصل ہے؟ تمہارے سروں پر بڑی ذمہ داری آرہی ہے۔ محض حمد اللہ، شرح عقائد پڑھ لینے سے ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

آپ نے تمام جدید اور قدیم، اسلام کے شبہات، اعتراضات، اور فتنوں سے خود کو واقف کرنا ہوگا اور خود کو تیار کرنا ہوگا اور شرح صدر سے سب کا جواب تیار کرنا ہوگا۔ آپ اس علم کی تحصیل کے لئے جو تیرہ چودہ سال صرف کرتے ہیں اگر چودہ سو سال بھی لگ جائیں تب بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آپ کو بڑی تیاری کی ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے

۲۰، ۲۵ سال سے ہمارے علمی ادارے اور مدارس بھی بانجھ ہوتے جا رہے ہیں یہاں سے فارغ ہونے والے سکول ماسٹری یا مساجد کی امامت کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے ہیں۔ عالم کا جو مقام ہے جو فرض ہے اس پر توجہ نہیں دی جا رہی۔ بہرحال وقت کی قدر کریں نظری اور فکری اعتبار سے دشمن کے مقابلہ کی تیاری کریں۔ اگر علم کی دولت تمہارے پاس ہو گی۔ علم کی دولت سے مالا مال ہو گئے تو تمہارے لئے ہر میدان کھلا رہے گا۔ خدا تعالیٰ فتح دے گا۔ اس کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گی خدا تعالیٰ سب کو علم وعمل کا اصل ذوق عطا فرمائے۔ اور سب کو اسلام کا مجاہد، سپاہی اور خادم بنا دے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم نے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے !!!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ محترم بزرگو اور محترم فضلاء اور نوجوان طلبہ! دورہ حدیث کے طلبہ ہوں یا مشکوٰۃ اور جلالین کے طلبہ ہیں یا نچلے درجہ کے طلبہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائے یہ سہ ماہی امتحانات آپ نے جو دئیے ہیں اور جن طلبہ نے زیادہ نمبر حاصل کئے ہیں ان کی بھی مسرت کا دن ہے اور ہمارے لئے اور تمام دارالعلوم کے لئے مسرت کا باعث ہے ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ اس انعام واکرام کی وجہ سے طلبہ میں رشک پیدا ہو گا اور مسابقت کا جذبہ ابھرے گا۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

حسد قطعاً جائز نہیں شرعاً ممنوع ہے مگر دو چیزیں ہیں جن میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو شب وروز علم کی تلاش واشاعت اور خدمت کرے حسد سے مراد رشک ہے غبطہ ہے۔

بنگلہ، موٹر، باغ، ملک، وزارت، یہ رشک اور تمنا کے قابل نہیں۔ ہاں یہ جو طلبہ آپ دیکھ رہے ہیں انعام حاصل کرتے ہیں تو ہمیں بھی رشک ہوتا ہے کاش ہم بھی ایسی محنت کرتے سبق میں تکرار میں اور سب میں یہ خواہش ابھرتی ہے تو یہ رشک ہے غبطہ ہے اور یہ محمود ہے۔ تو یہ شوق اور یہ تمنا، اور یہ غبطہ جائز ہے۔ جو صرف دو چیزوں میں محدود ہے ایک سخاوت میں اور دوسرا علم میں۔

محترم بھائیو! دارالعلوم میں سہ ماہی یا ششماہی امتحانات کے بعد یہ انعامات کی تقریبات کی غرض یہ ہوتی ہے کہ طلبہ میں علم کا شوق اور غبطہ اور رشک زیادہ پیدا ہو، مسابقت فی العلم کا جذبہ ابھرے۔ خاص کر یہ خاصیت اللہ کریم نے دارالعلوم کو بخشی ہے عام طور پر جلسے ہوتے ہیں۔ تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔ مگر خدا کا فضل ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں سہ ماہی ششماہی

امتحانات میں بھی بہتر نمبر حاصل کرنے والوں کو انعامات دیے جاتے ہیں۔ سہ ماہی پہ انعام واکرام اور ششماہی میں بھی - خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو باقی اور دائم رکھے۔

محترم بھائیو! خدا تعالیٰ تمہاری مساعی قبول کرے اور تمام کی محنتوں کو بہترین ثمرات سے نوازے سب کو عمدہ حافظے عطا فرمائے۔

امام وکیع کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت امام شافعیؒ نے حافظہ کی زیادتی کا وظیفہ طلب کیا یا حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے جو نسخہ زیادۂ حفظ کا بیان فرمایا خدا تعالیٰ سب کو اسے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم فضل من الله وفضل الله لا یعطی لعاصی

محترم بزرگو! جس قدر تقویٰ اور نور اللہ پاک اس علم کی برکت سے ہمیں عطا فرمائے گا تو اس سے حافظے بھی بڑھ جائیں گے۔ حضرت وکیع صاحب امام شافعی کے استاد ہیں تو انہوں نے امام شافعی کے دریافت کرنے پر انہیں فرمایا - علم اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کا فضل ہے اور یہ فضل گنہ گار اور معصیت سے آلودہ قلوب میں نہیں ودیعت کیا جاتا و فضل اللہ لا یعطی لعاصی

کوشش کریں ہمت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر تقویٰ کا مادہ پیدا فرمادیں۔ اور یاد رکھو امتحانات، نمبرات، انعامات یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم دیا۔ پھر امتحان لیا۔ پھر آدم علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ تو یہ امتحانات اور انعامات کا سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔ جب ہم دیوبند میں تھے تو اس وقت مسجد میں جاتے تو کوئی نہ کوئی صاحب مسجد میں ذکر، تلاوت، عبادت اور نوافل میں مشغول رہتے۔ یہ خصوصیت الحمدللہ اللہ پاک نے دارالعلوم حقانیہ کو بھی عطا کی ہے۔ کہ یہاں پر علما فضلاً اور طلبہ میں کوئی نہ کوئی یہاں مصروف عبادت رہتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اس دارالعلوم پر اللہ کا کرم ہے ہمارے فضلاء کو اللہ نے بڑے انعام سے نوازا ہے۔

دارالعلوم کے فضلاء الحمدللہ اس وقت ملکی سیاسیات پر حاوی ہیں اور پوری بین الاقوامی سطح پر عالمی سیاست پر حاوی ہیں - اس وقت یورپ کا بڑا چرچہ ہے۔ امریکہ کا ڈنکا بج رہا ہے۔ پرسوں ترسوں آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ دارالعلوم کے فقیر درویش فاضل مولانا یونس خالص جو تمہاری حقانی برادری کا ایک فرد ہے فاضل ہے اس نے امریکی صدر ریگن سے ملاقات کی اور گفتگو کی عالمی سیاست پر اور مسئلہ افغانستان پر اس نے خود صدر ریگن کو حیران کر دیا ہے کہ ایک مولوی ایک درویش اور اس قدر علم وحکمت اور تدبیر وسیاست کی باتیں۔ بہرحال یہ آپ حضرات کا اخلاص ہے

فضلاء کی مادرِ علمی سے وابستگی ہے کہ خدا نے آج آپ حضرات کو، فضلائے حقانیہ کو یہ برکات دیئے ہیں کہ پوری دنیا کی عالمی سیاست میں تمہارا قائدانہ حصہ ہے۔ اور آج ملکی سیاست میں تحریک نفاذِ شریعت اور جہاد افغانستان میں سات جماعتی اتحاد کی مولوی یونس خالص کی شکل میں، قیادت ، اور پھر میدانِ جہاد میں مولانا جلال الدین حقانی کی بہادری اور مقابلہ، پوری دنیا کی نظریں دارالعلوم حقانیہ کی طرف لگ رہی ہیں۔

علم اور امتحانات اور انعامات کا یہ سلسلہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ اس پر آپ ناراض نہ ہوں کہ بعض کے نمبر کم، ور آئے ہیں یا پیچھے رہ گئے ہیں۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ آئندہ امتحان میں اور اگر اس میں رہ گئے تو آئندہ امتحان میں انشاء اللہ کسی نہ کسی امتحان میں ہمارے ساتھی سارے کامیاب ہوں گے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ فرشتوں کی شان بہت بلند ہے عظمت والے ہیں فرشتوں نے امتحان کے جواب میں خدا کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

یعنی آپ اس پر ناراض نہ ہوں کہ ہم نے انعام حاصل نہیں کیا۔ آدم علیہ السلام کو انعام حاصل ہوا تو عجز و انکساری کی اور فرشتوں کو انعام حاصل نہ ہو سکا تو انہوں نے شکر، عبدیت اور عاجزی کا اظہار کیا کہ لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ۝

تو جن کو انعام نہیں ملا۔ وہ یہ نہ کہے کہ میں رہ گیا ہوں بلکہ وہ محنت کرے کہ آئندہ انعام کا مستحق ہو سکے۔ دارالعلوم حقانیہ ایک نہر ہے جو جاری ہے یہ سب یہاں کے اساتذہ کے اور مشائخ کے برکات ہیں۔ ان کے اخلاص کی برکت سے دارالعلوم ترقی کر رہا ہے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ایسا وقت لائے جیسا کہ اب دنیا کی نظریں دارالعلوم پر ہیں اسی طرح ایک وقت انشاء اللہ آئے گا کہ ہمارے فضلاء میدانِ جہاد میں کامیاب ہوں گے۔

آج جہاد کا میدان اور افغانستان کا میدان تمہارے ہاتھ میں ہے۔ پرسوں میدانِ جہاد سے فضلاء آئے تھے مختلف محاذِ جنگ کی تفصیلات بتا رہے تھے الحمد للہ! گلگت سے لے کر کراچی تک اور افغانستان کے محاذ میں جہاد کی تربیت دینے والے کمانڈان اور میدانِ جنگ کے جرنیل، اکثریت ان کی فضلائے حقانیہ کی ہے۔ تمہاری حقانی برادری کی ہے۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے علم کے میدان میں، تدریس کے میدان میں۔ الحمد للہ! ملک بھر میں اور بیرونِ ملک مختلف شعبوں میں فضلائے حقانیہ خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ خدا تعالیٰ سب کو کامیابی دے یہ خدا کی نعمتیں ہیں واما بنعمۃ ربک فحدث۔

خدا تعالیٰ کی نعمتیں بیان کرو۔ ان کا اظہار کرو۔ الحمد للہ ہمارے طلبہ بھی نیک اور صالح ہیں عبادت کے میدان میں۔ علم کے میدان میں تدریس کے میدان میں۔ خدا کا فضل ہے۔ اب مدارس میں نقصان یہ پیدا ہو رہا ہے کہ درسِ نظامی کی تکمیل نہیں کی ہوتی کہ دورہ حدیث پڑھ لیتے ہیں۔ اور علم میں ناقص رہ جاتے ہیں۔ آپ ہرگز ایسا نہ کریں۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ جہاد کے میدان میں آپ کو مزید سینہ سپر کر دے۔

کاش کہ ! اس میدان میں اپنے فضلاء کے ساتھ شانہ بشانہ جہاد میں شریک ہوتا۔ ان کے ساتھ جانی مالی بدنی اور ہر قسم کی قربانی کا اہل ہوتا۔ شاید خدا یہ تمنا بھی پوری کر دے جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ وقت کی قدر کرو۔ واقعۃً وقت بڑی قیمتی چیز ہے میں ایک بوڑھا کمزور اور مریض تمہارے سامنے بیٹھا ہوں، میں نے زندگی برباد کر دی کچھ نہ کر سکا، اب پچھتاتا ہوں۔ کاش کہ وقت کی قدر کی ہوتی اور کچھ کام کیا ہوتا۔

آپ حضرات پر اللہ تعالیٰ جوانی کا وقت لائے ہیں آپ ضرور اس کی قدر کریں اور یہ دل میں فیصلہ کر لیں تو خدا تعالیٰ انشاء اللہ تمہیں دنیوی اخروی مقامات عطا فرمادے گا۔ عملاً جہاد کا فیصلہ کر لیں کہ ہم اس وقت تک جہاد کریں گے اور ہر قسم کی قربانی کے لئے خود کو تیار رکھیں جب تک افغانستان آزاد نہیں ہو جاتا اور ملک میں مکمل نفاذ شریعت کا اعلان نہیں کر دیا جاتا ـــ اس کے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ نے دارالعلوم حقانیہ کی بقاء و استحکام، علماء و فضلاء کی علمی و روحانی ترقی، جہاد افغانستان، طلبہ کی کامیابی، معاونین دارالعلوم اور چندہ دہندگان، انتظامیہ، اور ملک و بیرون ملک والمنتسبان دارالعلوم سب کی کامیابی، دنیا و آخرت کے بلند درجات اور ترقیات کے لئے الحاح اور عجز و انکسار کے ساتھ دعا فرمائی۔

دارالعلوم کے سہ ماہی امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کرنیوالے طلبہ

درجہ دورۂ حدیث

اول۔ مولوی حافظ شوکت علی مردانی۔ دوئم مولوی عبدالقادر بلوچستانی۔ دوئم مولوی نوراللہ وزیرستانی۔ سوئم۔ مولوی محمد قاسم مردانی۔

درجہ موقوف علیہ

اول۔ مولوی شیر بہادر ڈیروی۔ اول۔ مولوی لعل محمد بلوچستانی۔ دوئم۔ مولوی حافظ عزیز الحسن پشاوری۔ سوئم مولوی عبدالستار بلوچستانی

درجہ عالیہ

اول۔ مولوی عبدالماجد خلف خواجہ عبدالمالک مرحوم خانیوال۔ دوم۔ مولوی محمد رضا بنوی۔ سوئم۔ مولوی نظام الدین۔

درجہ ثانویہ خاصہ

اول۔ مولوی شمس الرحمٰن۔ دوئم۔ مولوی امان اللہ پشاوری۔ سوئم۔ مولوی سمیع اللہ افغانی

درجہ ثانویہ عامہ

اول۔ مولوی سعد اللہ جان سواتی۔ دوئم۔ مولوی نیک محمد وزیرستانی۔ سوئم۔ مولوی عبدالولی افغانی۔

درجہ حفظ

اول۔ عبدالوارث ترکستانی۔ دوئم۔ قدرت اللہ ترکستانی۔ عطاء الرحمٰن۔ محمد صنیم ترکستانی

درجہ تجوید

اول۔ عبدالماجد۔ دوئم۔ محمد طاہر فاروق۔ سوئم۔ عطاء اللہ۔

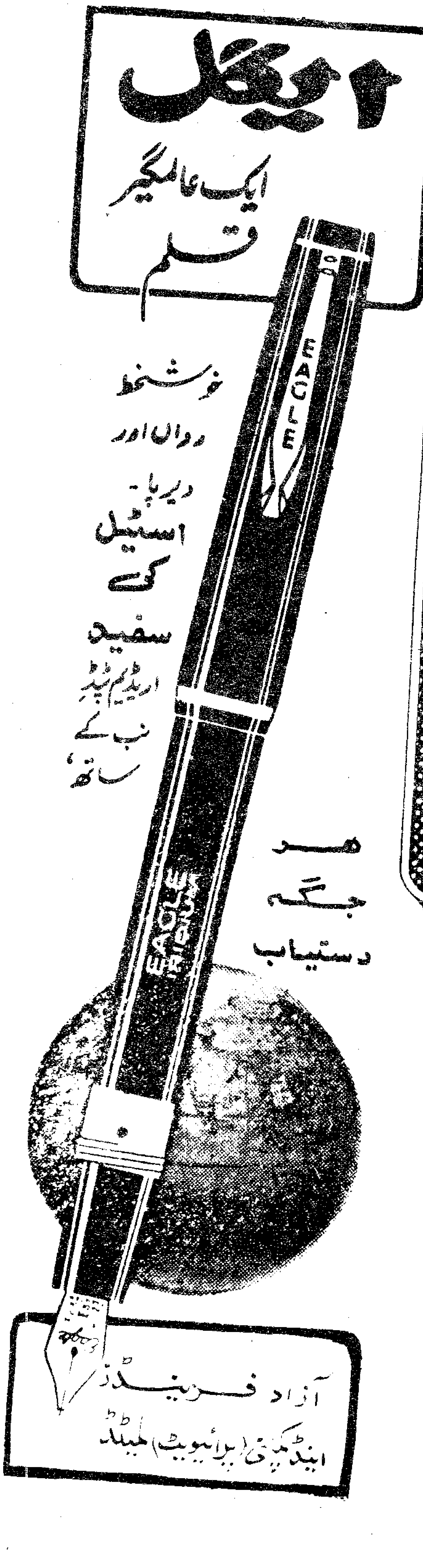
ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ھر
جگہ
دستیاب
EAGLE
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
کہکشاں پرش
سنگم بوسکی
باناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
۲۔ڈائمنڈ
صنم ٹیکنیکی پاپلین
پول کاٹن
سوٹنگ
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن
جوبلی انشورنس ہاؤس، آئی آئی چندریگر روڈ کراچی
فون نمبر ۲۲۸۷۰۱-۵

SOHRAB
CYCLES LTD
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سہراب

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر

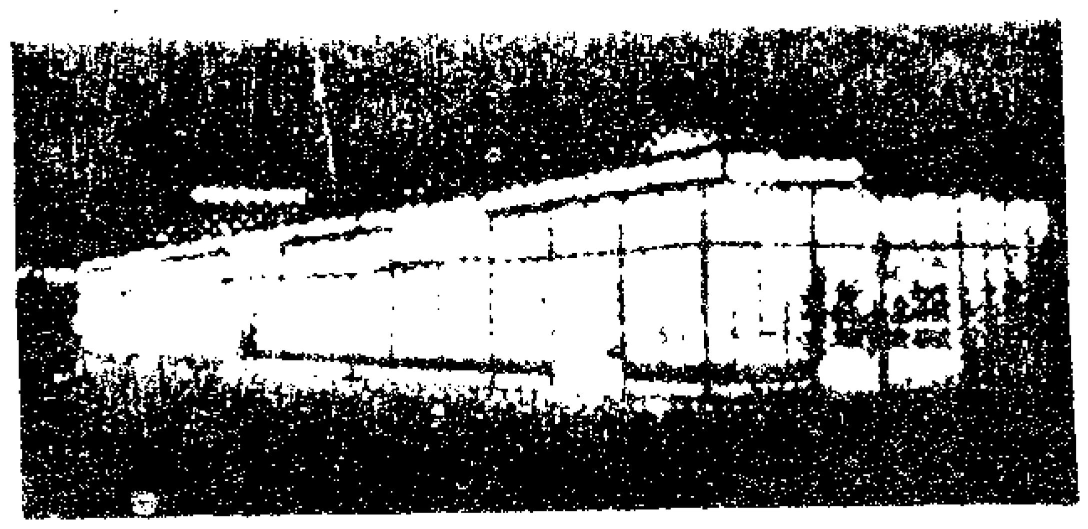

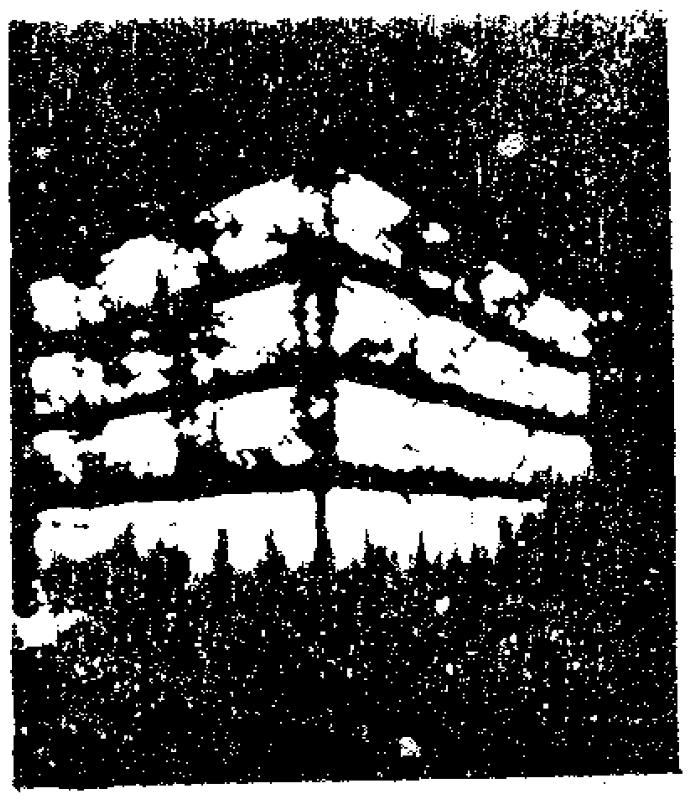

شیشہ
خواجہ کا

خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہ پاکستان ——— حسن ابدال

فیکٹری آفس: ۱۰۰ ہارلے اسٹریٹ صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳- ایبٹ روڈ، لاہور

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

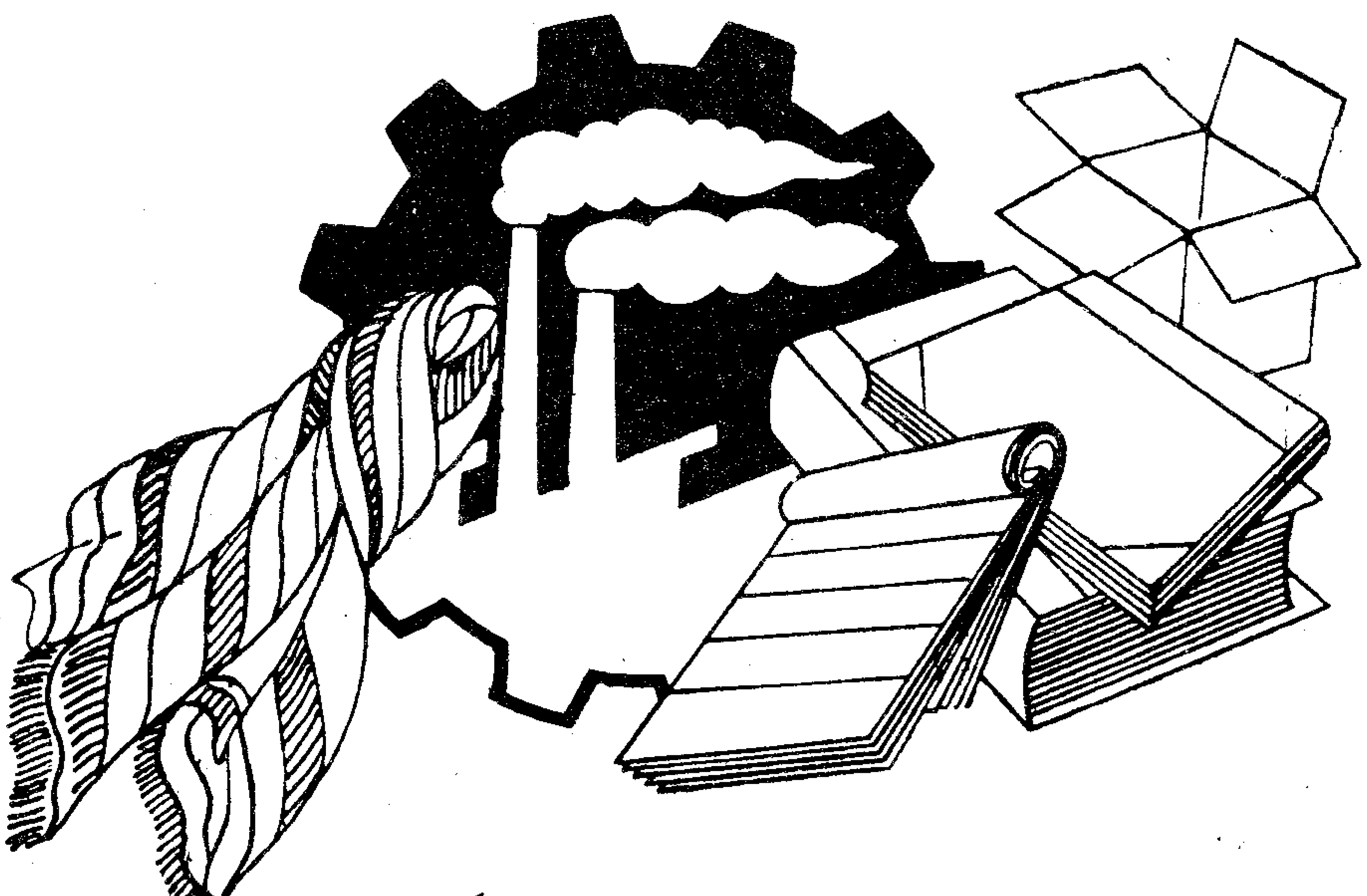

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او۔ بکس ۴۳۳۲ ۔ آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 H

رپورٹ۔ مولانا حکمت اللہ

تحریر۔ مولوی شیر بہادر حقانی

جہاد افغانستان کی رپورٹ

دارالعلوم حقانیہ کی تعطیلات کے ایام میں ہمارے چند ساتھیوں نے باہمی صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے کیا کہ اس ارشاد ربانی وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ پر عمل کرنے کی خاطر جہاد افغانستان کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں الحمد للہ کہ دارالعلوم کے روح پرور ماحول میں رہتے ہوئے اساتذہ و طلبہ اور روزانہ آنے جانے والے قافلوں سے ملاقات و مذاکرات سے عزائم میں پختگی پیدا ہو چکی تھی جب کہ مالی حیثیت سے تو اس جہاد میں حصہ لینے کے لئے اسباب نہ تھے۔ اس ارادے سے جب ہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہم العالی کو مطلع کیا تو وہ بہت خوش ہوئے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

مجاہدین طلبہ کی اس جماعت نے اپنے لئے دارالعلوم کے متعلم عبدالمتین کو امیر اور متعلم حکمت اللہ کو معاون امیر مقرر کیا اور افغان مجاہدین کے امیر مولوی عبدالرشید جو دارالعلوم کے مخلص اور ہمارے سابق استاد اور دارالعلوم رشیدیہ افغانستان کے مہتمم ہیں جب ہم وہاں پہنچے تو دارالعلوم رشیدیہ کے طلبا نے بھی یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم بھی دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کے ساتھ میدان کارزار میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ ہم نے انہیں بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اس طرح ہماری تعداد پہلے سے دوچند ہو گئی۔

مولوی عبدالرشید صاحب کے ہمراہ حزب اسلامی اور افغان اتحاد کے امیر جناب مولانا محمد یونس خالص دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل ہیں۔ اور حال ہی میں صدر ریگن سے ملاقات کر کے افغان مجاہدین کے موقف و استقامت کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرا چکے ہیں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ دارالعلوم حقانیہ کے طلبا جہاد کی غرض سے آئے ہیں تو بہت خوش ہوئے اور ہمیں اپنی گاڑی میں لنڈی کوتل تک پہنچایا۔ اور وہاں دفتر سے اکیس کلاشنکوف تین راکٹ لانچر اور کچھ دیگر ضروری اشیاء مرحمت فرمائیں۔ یہ رات ہم نے یہاں دفتر میں گذاری۔ اور صبح ۸ بجے یہاں سے روانہ ہوئے عصر کے وقت مارو مرکز پہنچے۔

مارو مرکز افغانستان میں ایک جگہ ہے جہاں مجاہدین کے اپنے مستقل مراکز ہیں ہم نے مشورہ کیا کہ رات یہاں گزار کر صبح یہاں سے روانہ ہوں گے۔ لیکن یہاں مرکز کے امیر جناب روزہ دین صاحب نے ہمیں بتایا کہ معلوم ہوا ہے کہ روسی فوج نے ہمارے

ان مراکز پر حملہ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے لہٰذا آپ چند دن یہاں ٹھہریں کہ مراکز کی حفاظت کو ترجیح ہونی چاہیے۔

ہم نے تعمیل حکم کرتے ہوئے یہاں ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ لہٰذا تیسرے دن دس ہزار روسی فوج۔ چار ہزار ٹینک۔ پندرہ جیٹ طیارے اور ۱۹ جنگی ہیلی کاپٹر سمیت ان مراکز میں آپہنچے۔ الحمد للہ! مجاہدین اور ہمارے رفقاء پہلے سے تیار تھے۔ چار دن کی مسلسل خون ریز جنگ کے بعد پانچویں روز روسی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور انہیں عبرت ناک ہزیمت ہوئی۔ ہماری طرف سے چھ مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور آٹھ زخمی ہوئے جبکہ دشمن کو بھاری مقدار میں جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اور کافی مقدار میں مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

اس معرکے میں دشمن کو شکست دینے کے بعد ہمارے محاذِ جنگ کے کمانڈر نے مجاہدین سے کہا کہ اب تمہاری مرضی ہے اگر یہاں رہنا پسند کرتے ہو یا اپنی منزلِ مقصود در عبدالخیل مرکز کی طرف جانا چاہتے ہو۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اس راستے سے آپ نہ جائیں کیونکہ روسی ملحدین نے بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں۔ ہم نے عبدالخیل کے مرکز کو جانے کا مشورہ کیا۔ اور یہاں سے رخصت ہو کر تیسرے دن عبدالخیل مرکز میں پہنچے۔ وہاں محاذِ جنگ کے عظیم سپہ سالار مولوی فاتح شاہ المدنی فاضل دارالعلوم حقانیہ سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے چند دن یہاں آرام کیا اور ساتھ ہی جنگی تربیت حاصل کرتے رہے۔ جب کہ صرف چند ہی دن رمضان میں باقی تھے۔ ہم نے اس مرکز کے امیر سے عرض کیا کہ ہمیں کسی جگہ حملہ کرنے کے لئے بھیجیں اور عملاً جنگ میں شرکت کا موقع فراہم کریں۔ تو انہوں نے دیگر مجاہدین کے ساتھ ہمیں روسی فوج کے مرکز جو لیوا کے نام سے مشہور ہے پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ ہم نے اس مرکز پر حملہ کر کے دشمن کو کافی مقدار میں جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ جب کہ ہماری جانب سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس کے بعد ہم واپس مرکز میں آ گئے کیونکہ ماہ صیام شروع ہونے والا تھا۔

رمضان میں کسی حملہ کا موقع میسر نہ ہو سکا۔ البتہ طلبا کی جماعتیں وقتاً فوقتاً قریبی دیہاتوں میں مسلسل تبلیغ کے لئے جاتی رہیں۔ اور نہایت خوبی سے یہ تبلیغی سلسلہ جاری رہا۔ جہاد کی ترغیب، مجاہدین سے تعاون، ان کی نصرت اور ان کو اپنے ہاں پناہ کے مواقع فراہم کرنے پر لوگوں کو آگاہ کیا گیا اور ان کا بھرپور تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی۔ دارالعلوم حقانیہ کی نسبت سے وہاں کے لوگ ہماری بڑی قدر کرتے تھے۔ اور سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔

عید الفطر منانے کے بعد ہم نے قائم مقام امیر سے درخواست کی کہ ہمارے لئے عملاً جہاد اور دشمن پر حملے کا کوئی بہترین موقع فراہم کریں کیونکہ ہماری چھٹیاں ختم ہونے والی ہیں اور دارالعلوم حقانیہ کا تعلیمی سال شروع ہونے والا ہے اور نئے سال کا داخلہ بھی لینا ہے۔ تو انہوں نے آچین چھاؤنی پر حملے کا پروگرام بنایا۔ وہاں پہنچنے پر ہم نے دیکھا کہ اس چھاؤنی کی حفاظت کے طور پر ارد گرد چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں بنائی گئی ہیں۔ مورچہ بندی اور دفاعی پروگرام مضبوط ہے۔ ہم نے حکمت عملی، منصوبہ بندی اور شدید قوت سے حملہ کیا۔ اور چند دن تک یہ لڑائی جاری رہی لہٰذا دشمن کو کافی جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اور متعدد روسی فوجی گرفتار کر لئے گئے۔ حملہ ختم ہونے کے بعد ہم واپس مرکز پہنچے۔ اور مرکزی

امیر سے اجازت لے کر مرکزِ علم و مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لینے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور اس طرح ہمارے رفقاء اور دارالعلوم کے یہ جیالے فرزند اپنا اہم قومی اور ملی اور مذہبی فریضہ ادا کرنے کے بعد صحیح سلامت واپس اپنی مادرِ علمی کی آغوش میں آ پہنچے۔

تمام ساتھیوں نے معاہدہ کیا کہ آئندہ سالانہ چھٹیوں میں ایک بار پھر میدانِ کارزار میں حاضر ہوں گے انشاء اللہ۔ ماشاء اللہ دین کا کوئی ایسا شعبہ نہیں۔ کوئی ایسا میدان نہیں جو دارالعلوم کے ان انمول موتیوں اور مجاہدین کے میسر ہونے پر نازاں نہ ہو۔ بقول شاعر ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

واپسی پر اپنے محسن و مربی حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی وہاں کی ساری کارگذاری سنائی، بڑے خوش ہوئے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ اور کئی روز مسلسل عصر کی مجلس میں ہم سے میدانِ کارزار کی داستان سنتے رہے ان کی دعائیں ہماری پشت پناہ ہیں۔ ہمارے حوصلے بلند ہیں۔ انشاء اللہ، اللہ کریم ہمیں فتح نصیب فرمائے گا۔

رپورٹ: مولانا نور محمد ۔ تحریر: قاری محمد رمضان

مولوی محمد انور جو دارالعلوم حقانیہ کے طالب علم اور کئی سال سے یہاں مصروفِ تعلیم ہیں۔ رمضان المبارک میں تین سو مجاہدین کے ساتھ جہاد میں عملاً شرکت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ میں نے ان سے جہادِ افغانستان میں شرکت اور کارروائی کی اجمالی رپورٹ طلب کی۔ تو انہوں نے کہا کہ جب ہم نے جہادِ افغانستان میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ سے اجازت لی۔ اور تین رمضان المبارک کو یہاں سے میدانِ کارزار میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے اور پانچ روز مسلسل سفر کے بعد ہم جب علاقہ لوگر میں پہنچے تو وہاں روسی فوجوں کے ساتھ "سراور" نامی گاؤں میں آمنا سامنا ہوا جس کے نتیجے میں مسلسل بارہ گھنٹے تک جنگ ہوتی رہی۔ افغان مجاہدین اور ہماری جماعت کے رفقاء اور طالب علم ساتھی بڑی بے جگری اور استقامت و پامردی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ مجاہدین میں پانچ رفقاء کو شہادت کا مقام رفیع نصیب ہوا جبکہ روسیوں کے سینکڑوں افراد جہنم رسید ہوئے۔

پھر اس کے بعد ہم مسلسل پندرہ دن سفر کرتے ہوئے اپنے مقصود "موہرچوں" تک جا پہنچے۔ ابھی دم نہیں لیا تھا تھکاوٹ اور تعب کے آثار موجود تھے کہ روسیوں اور ملحدوں کے ہزاروں افواج، پورے جنگی ساز و سامان سمیت، ٹینک، ہوائی جہاز اور جدید خودکار اسلحوں سمیت مقابلہ میں آدھمکے۔ اور ہمارے مورچہ (منجراب) پر بھرپور حملہ کر دیا۔ الحمدللہ کہ مجاہدین اور ہماری

جماعت کے رفقاء نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ہر قسم کا میسر اسلحہ استعمال کیا۔ دشمن کو للکارا اور جان کی بازی لگا دی۔ اور میدان میں بڑی جرأت، استقامت اور شجاعت کے ساتھ لڑتے رہے۔ جس کے نتیجے میں مجاہدین نے روسیوں کے پانچ یونٹوں سمیت بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اور روسی درندوں کو زبردست شکست دے کر وہ چوکی ان کے تسلط سے آزاد کرا لی۔ روسی اپنا مورچہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور دوسرے مورچوں میں پناہ لی جو کہ (کوہستان) میں ہیں۔ وہاں پہ کوہستانی مجاہدین نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے منت سماجت کی۔ کہ ہمیں چھوڑ دو۔ ہم اپنے محصوروں کے لئے رسد پہنچانے جا رہے ہیں۔ مجاہدین نے کہا۔ ہم تمہاری یہ بات ہرگز نہیں مانتے۔ بالآخر انہوں نے بہت بھاری رقم کی لالچ دی کہ یہ ہم سے لے لیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ لیکن حضرات مجاہدین نے اللہ جل جلالہ پہ توکل اور بھروسہ تھا اور ان کی ایک بات بھی نہ مانی۔ دھونس دھمکی اور لالچ میں بھی نہ آئے۔

روسی دشمنوں نے اپنے ہوائی جہازوں کے بڑے افسر سے بات کی کہ مجاہدین نے ہمیں سخت گھیرے میں لے رکھا ہے ہم یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ ہمارے لئے فوری کمک بھیجی جائے تاکہ ہم اپنے آپ کو آزاد کرائیں۔ چنانچہ ان کی مدد کے لئے بڑی تعداد میں روسی فوجیں پہنچ گئیں۔ تاہم مجاہدین نے ان کا جوانمردی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

یہ لڑائی مسلسل پانچ روز تک جاری رہی جس کے نتیجے میں اس مورچے کے ایک بڑے بہادر کمانڈر جن کا نام اعلیٰ محمد تھا اپنے کئی ایک جاں نثار ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پھر بعد میں ہمارے صادق مخبرین نے ہمیں اطلاع دی کہ روسیوں کے مردے بے شمار تھے۔ اور پانچ دن کے بعد مجاہدین نے اپنے شہیدوں کو نکالنے اور اپنے زخمیوں کی دوائی پٹی کرنے کے لئے عقب نشینی اختیار کی اور خدا کے فضل سے کامیاب ہوئے روسی دشمن ظلم و جبر، تشدد، بربریت اور بہیمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجاہدین کی تھوڑی سی غفلت دیکھ کر بوڑھے، بچوں اور عورتوں پر بمباری شروع کر دیتے ہیں۔

خدا کا فضل ہے کہ اب مجاہدین نے جگہ جگہ مورچے بنا لئے ہیں اور روسی دشمن کے لئے بہت سی مشکلات پیدا کر دی ہیں الحمدللہ کہ ہماری جماعت کے رفقاء محفوظ رہے اور خدا کے فضل سے زندہ سلامت اور باعافیت اپنے اساتذہ اور مادر علمی دارالعلوم حقانیہ پہنچ گئے۔ ذالک فضل اللہ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ

ضرور دیجئے۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط اردو میں

تحریر کیجئے

عبدالقیوم حقانی
مفتی غلام الرحمن

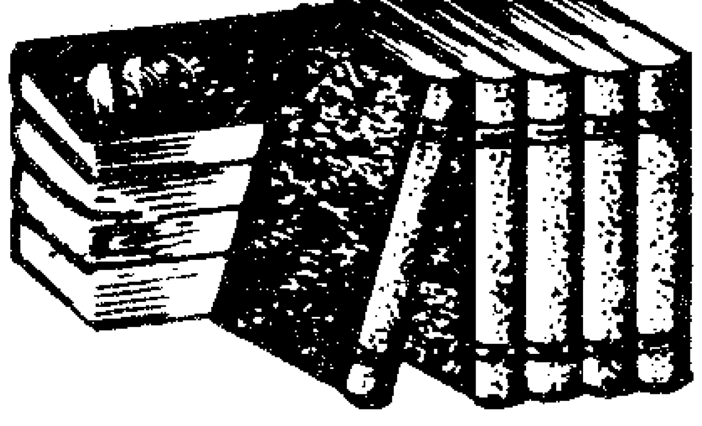

الامام الترمذی وتخریج کتاب الطہارۃ من جامعہ

تالیف۔ جناب ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ ناشر۔ مکتبہ بنوریہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن۔ کراچی ۵ ۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی ملک کی عظیم دینی درسگاہ اور ایک مرکزی دینی ادارہ ہے۔ اپنے عظیم بانی محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے خلوص وللہیت کی برکتوں سے بہت قلیل مدت میں اس ادارہ نے تعلیم وتدریس۔ تبلیغ واشاعت اور ریسرچ وتحقیق کے شعبوں میں نمایاں کارنامے انجام دئے ہیں۔

محدث بنوری کی معرکۃ الآراء شرح ترمذی "معارف السنن" کے بعد پیش نظر کتاب "کشف النقاب عما یقولہ الترمذی وفی الباب" اپنے موضوع پر جامع اور علم الحدیث کا حیرت انگیز دائرۃ المعارف ثابت ہوں گے۔ دونوں تالیفات فرصت طلب، طویل اور صبر آزما ہیں جن پر جامعہ کے نائب رئیس اور حضرت بنوری کے تلمیذ خاص جناب ڈاکٹر حبیب اللہ مختار بڑی توجہ اور انہماک سے کام کر رہے ہیں۔ "الامام الترمذی وتخریج کتاب الطہارۃ من جامعہ"۔ جناب حبیب اللہ مختار کا وہ گراں قدر مقالہ ہے جو انہوں نے حضرت بنوری کی نگرانی ورہنمائی میں جامعہ کراچی میں پی ایچ ڈی کے لئے مرتب فرمایا تھا۔ جس میں انہوں نے ترمذی کی کتاب الطہارۃ کی تخریج کو موضوع بنایا۔ یہ مقالہ ایک مقدمہ تین ابواب اور ایک خاتمہ پر منقسم ہے۔ باب اول میں امام ترمذی کی شخصیت، علمی مقام ومرتبہ، دوسرے باب میں کتاب کے مشمولات وتعداد ابواب، جامع ترمذی کے امتیازی خصوصیات، روایت اور راویوں کی تفصیل امام ترمذی کا طرز عمل۔ اور دفاع منفرد اصطلاحات۔ تیسرے باب میں کتاب الطہارت کے ابواب کی تخریج جو کتاب کا اصل موضوع ہے پر مفصل کام کیا ہے۔ ابواب کی ذیلی فصلوں میں مؤلف نے بتایا ہے کہ یہ حدیث فلاں فلاں کتاب میں ہے۔ یا ان مرفوع احادیث کی تخریج کی ہے۔ جو اس موضوع پہ کتب حدیث میں موجود ہیں۔ امام ترمذی نے ان کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ خاتمہ کے جدول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الطہارت میں سے ہر باب میں امام ترمذی نے کتنی احادیث کی تخریج کی ہے۔ وفی الباب سے ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مؤلف نے کتنا اضافہ کیا اور ہر باب میں مرفوع، مرسل اور آثار کی تعداد کتنی کتنی ہے۔ بہر حال ریسرچ وتحقیق اور علمی ودینی حلقوں میں جناب ڈاکٹر حبیب اللہ مختار کا ۰۰، صفحات کا یہ عظیم شاہکار بڑی وقعت اور قدر کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

(عبدالقیوم حقانی)

ازواج مطہرات قرآن کی روشنی میں

نام کتاب۔ "ازواج مطہرات قرآن کی روشنی میں"۔ تالیف ابو خالد عبدالرشید

صفحات ۲۵۶۔ قیمت ۳۰ روپے۔ ملنے کا پتہ: ادارہ صراط مستقیم کراچی ۲۵ ۹۔ ڈی تاج سنٹر شاہ فیصل کالونی ۲ کراچی

پیش نظر کتاب خاندان نبوت کے مقدس حالات کا ایک آئینہ ہے۔ جو ازواج مطہرات رضؓ، ابناء و بنات النبیؐ کے پیارے تذکروں کا حسین گلدستہ ہے۔ باب اول میں مسئلہ تعدد ازواج النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ افک اور تذکرہ بنات النبیؐ میں دشمنان صحابہؓ یعنی رافضیوں کی خوب خبر لی گئی ہے۔ روافض حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دوسری بیٹیوں کے منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک بیٹی تھی جو حضرت فاطمہؓ ہے۔ باقی تینوں یعنی سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ آنحضرتؐ کی بیٹیاں نہیں تھیں۔ بلکہ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے دوسرے خاوند سے تھیں۔ کاشانۂ نبوت میں صرف ان کی تربیت ہوئی ہے۔ مصنف کے بیان میں ان کے کافی شواہد ہیں۔ کہ یہ عقیدہ خود روافض کی اپنی کتابوں سے مخالف اور متصادم ہے۔ کتاب آسان اور عام فہم انداز بیان اور عام لوگوں کی افادیت کی حامل ہے۔

<u>شناختی چہرہ یعنی داڑھی کا حسن</u> نام کتاب: شناختی چہرہ یعنی داڑھی کا حسن ۔ مؤلف: مولانا سعید الرحمٰن صاحب

صفحات ۱۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: مکتبۃ العلمیہ متصل دارالعلوم سعیدیہ مانسہرہ۔ ہزارہ پاکستان۔

داڑھی نبیؐ کی سنت۔ دین کا شعار اور اس کا رکھنا واجب ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک داڑھی منڈانے والے یا شرعی حد سے کم رکھنے والے کی نماز میں اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔ بد قسمتی سے بعض دین سے ناواقف لوگ اس اہمیت کو نظر انداز کر کے داڑھی کو ایک زائد سنت سمجھنے لگے ہیں۔ اور قینچی کردہ داڑھی پر نازاں رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں احادیث کی روشنی میں داڑھی کے حکم کے علاوہ داڑھی کی شرعی حد فقہاء و ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔ قدیم و جدید فتاویٰ سے حوالہ جات کے نقل میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ داڑھی پر خضاب اور مونچھوں کے رکھنے یا نہ رکھنے کے علاوہ سر کے بالوں کے مسنون اور غیر مسنون طریقہ سے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یہ کوشش کرتا ہے کہ متعلقہ مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔ دینی جذبہ رکھنے والے احباب کے لئے نہایت مفید ہے۔ (غلام الرحمٰن)

<u>فتاویٰ عالمگیریہ</u> نام کتاب: فتاویٰ عالمگیریہ ۔ ترجمہ و پیش کش: مولانا محمد صادق مغل ۔ ملنے کا پتہ: قاضی محمد صادق مغل ۴۔ اعوان ٹاؤن گرجا روڈ۔ جی پی او۔ راولپنڈی۔

فتاویٰ عالمگیریہ فقہ حنفی کا ایسا گراں مایہ خزینہ ہے جس کے ہوتے ہوئے دینی مشکلات پیش ہونے پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ عربی میں ہونے کی وجہ سے ناواقف لوگ ابھی تک استفادہ سے محروم تھے۔ جناب قاضی محمد صادق صاحب مغل اور ان کے رفقاء کو یہ سعادت مل رہی ہے کہ انکی مساعی جمیلہ سے جلد نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۹ ابھی منظر عام پر آگئی ہے کتاب سابقہ جلدوں کی طرح ترجمہ کے ساتھ اصل عربی عبارت سے مزین ہے۔ جلد ہذا مسائل فقہیہ کے دفعہ وار تذکرہ، ماخذ و مراجع کے علاوہ اعلیٰ سفید کاغذ، دیدہ زیب ٹائیٹل اور آفسٹ کی طباعت سے آراستہ ہو کر نئے رنگ اور نئے انداز میں عوام و خواص کے استفادہ کے لئے منظر عام پر آگئی ہے۔ (غلام الرحمٰن)